9767

اردو کے اسالیب بیان

از

سیّد محی الدّین قادری زور

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

اُردو کے اسالیب بیان

اَز

ڈاکٹر سیّد محی الدّین قادری زورؔ

ام، اے ۔ پی، ایچ ۔ ڈی (لندن)

پروفیسر زبانِ اُردو کلیۂ جامعہ عثمانیہ

و

معتمدِ اعزازی ادارۂ ادبیاتِ اردو حیدرآباد

سنہ ۱۹۳۰ء

طبع ثالث　　مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد دکن　　قیمت ۴؍

Marfat.com

138660

135860

Marfat.com

فہرست

۱ ترتیب ثالث ۱۱
۲ ترتیب ثانی ۱۳
۳ دیباچہ ترتیب اول ۱۵
۴ اردو زبان میں نثر کے ابتدائی کارنامے ۲۵
۵ دسویں صدی ہجری کے بعد دکن میں نثر کی نشوونما ۲۹
۶ شمالی ہند میں نثر کے ابتدائی مراحل ۳۳
۷ فورٹ ولیم کالج کی نثری کوششیں ۳۸
۸ غدر اور اس کے قریبی زمانہ میں نثر کی حالت ۴۷
۹ سرسید کی کوششوں کا اثر ۵۲
۱۰ موجودہ انشاپردازوں کی نثر اور اس کے اسالیب ۷۳
۱۱ اردو نثر کے رجحانات ۱۰۴
۱۲ اردو نثر کا مستقبل ۱۲۹
۱۳ اشاریہ ۱۵۳

Marfat.com

Marfat.com

مضمونوں کی تفصیلی فہرست

باب اوّل

اردو زبان میں نثر کے ابتدائی کارنامے

اُردو نثر کی ابتدا، دَور اوّل اور مذہبی مباحث۔ خواجہ بندہ نوازؒ کی معراج العاشقین اور گل باس اس دَور کی زبان کی خصوصیت نثر کے نمونے۔ ۲۵

باب دوم

دسویں صدی ہجری کے بعد دکن میں نثر کی نشوونما

احکام الصلوٰۃ، سب رس، شمائل الاتقیا معرفت السلوک سید شاہ محمد قادری کے اسرار توحید، تصنیفات مولانا باقر آگاہ، اس دور کی زبان کی خصوصیتیں۔ نثر کے چند نمونے ۲۹

باب سوم

شمالی ہند میں نثر کے ابتدائی مراحل

فضلی کی دہ مجلس، نثر شعلۂ عشق، دیباچہ کلیات سودا، تصنیفات محمد حسین کلیم، نوطرز مرصع، شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ قرآن مجید، انشا کی دریائے لطافت اس دور کی نثر کے متعلق شاد عظیم آبادی کا خیال، نثر کی خصوصیتیں۔ ۳۳

Marfat.com

باب چہارم
فورٹ ولیم کالج کی نثری کوششیں

ڈاکٹر گلکرسٹ اردو کے ایک بڑے محسن، کلکتہ کے انشار پردازاوران کی تصنیفات، میرامن کی باغ وبہار پہلے اسلوب کی خصوصیت اوراس کے نمونے، حیدری کی طوطا کہانی کی تحریراوراس کے نمونے، افسوس کی باغ اردو کا اسلوب اوراس کے نمونے، ترجمۂ اخلاق جلالی کا اسلوب اوراس کے نمونے، تذکرۂ گلشن ہند کی طرز تحریراوراس کے نمونے، اس دور پر ایک سرسری نظراوراسکی خصوصیات ۳۸

باب پنجم

کلکتہ کی ادبی فتوحات کا اثر، اس زمانہ میں لکھنواوردہلی کا ادبی مذاق، غیر مقلدوں کی مذہبی تحریکات سے اردو کا فائدہ مرزا غالب کی اردو خدمات اوران کی نثر کی خصوصیات اس دور کے متعلق آزاد کی رائے۔ ۴۷

باب ششم
سرسیّد کی کوششوں کا اثر

اردو کا رواج سرکاری دفتروں اور عدالتوں میں، مدارس کے لئے اُردو نصابی کتابوں کی ضرورت اس دور میں زبان کے ارتقار کی نوعیت، اردو دنیا اورچھاپہ خانے، اخباروں کی آزادی اوراردو کے پہلے اخبار، سرسید کی ابتدائی اردو خدمات آثار الصنادید اور اس دور کا عام مذاق، سائنٹفک سوسائٹی، غازی پور، اس انجمن کا اخبار، رسالۂ تہذیب الاخلاق، پہلے پرچہ کی تمہید کی چند سطریں، تہذیب الاخلاق کا اثر اردو پر اس پرچہ کی زندگی کے حالات، سرسید کی نثر کی خصوصیات۔ خان بہادر منشی ذکاءاللہ دہلوی

Marfat.com

کے اسلوب بیان کی خصوصیات اور اسکا نمونہ شمس العلما، سید الطاف حسین حالی کی نثر
اور اس کے نمونے، شمس العلما، ڈاکٹر حافظ نذیر احمد ال ڈی کی نثر اور اس کے نمونے
شمس العلما، علامہ شبلی کی نثر اور اس کے نمونے، نواب محسن الملک اور نواب وقار الملک
کی نثری خدمات ۵۲

باب ہفتم

موجودہ انشا پردازوں کی نثر اور اس کے اسالیب

مولانا عبدالحلیم شرر کی نثر اور اس کے نمونے، پنڈت رتن ناتھ سرشار کی طرز تحریر اور
اس کے نمونے، ڈاکٹر مرزا محمد ہادی رسوا کی اردو نثر اور اس کے نمونے، مصور غم مولانا
راشد الخیری کی نثر کی خصوصیات اور نمونے، مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی کی
نثر کا اسلوب اور اس کے نمونے، مہدی حسن افادی الاقتصادی کی تحریر اور اس کے نمونے،
بیسویں صدی اور اردو علم و ادب، مخزن، دکن ریویو، حسن، ادیب، العصر، دلگداز، ذخیرہ، زمانہ
شیخ عبدالقادر، ظفر علی خاں، عزیز مرزا، سجاد حیدر یلدرم، سلطان حیدر جوش، سید محمد فاروق
شاہجہاں پوری، احسن مارہروی، سجاد مرزا دہلوی، محمد عبدالرؤف عشرت، ممتاز علی، شوکت
میرٹھی، سلطان احمد، عنایت اللہ، دیا نرائن نگم، برج نرائن چکبست، پیارے لال شاکر، پریم
چند اور سدرشن کی نثری خدمات، ابوالکلام آزاد کے اسلوب کی خصوصیات اور نمونے
نیاز فتحپوری کی طرز تحریر اور اس کے نمونے، عبداللہ العمادی، آغا حشر، یب آبادی، عبدالماجد
کی نثر اور اس کے نمونے، علی حیدر طباطبائی، اسلم جیراجپوری کی نثر کے نمونے، سید سلیمان
ندوی، محمد عبدالسلام ندوی اور حبیب الرحمن خاں شروانی کی طرز تحریر اور اس کے
نمونے، انجمن ترقی اردو کے کارکنوں کی طرز تحریر، عبدالحق اور وحید الدین سلیم کے

Marfat.com

اسالیب کی خصوصیات اور ان کے نمونے۔ ۷۳

باب ہشتم
اُردو نثر کے رجحانات

۱ فارسیت کا گہرا اثر اور اردو میں تکلف، تصنع اور تعقید کا رواج۔
۲ مقلدین اور غیر مقلدین کے جھگڑوں اور اُن کے بعد سرسید کی کوششوں کا اثر اور اُردو میں سادگی اور بے تکلفی کی ابتدا۔
۳ اردو نثر کے دو مختلف دبستانوں یعنی دہلی اور لکھنو کے باہمی اختلافات۔
۴ انگریزی کا اثر اردو طرزِ تحریر پر۔
۵ الہلال کا جاری ہونا اور عربی و فارسی الفاظ کی اردو میں فراوانی اس رجحان کا ردِ عمل ہندوؤں کی طرف سے اور اردو میں ہندی اور سنسکرت الفاظ کی کثرتِ استعمال۔
۶ انجمن ترقی اُردو اور دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ میں جدید اصطلاح سازی کے طریقے۔
۷ رابندر ناتھ ٹیگور کی نظموں کے ترجمے اور اردو نثر میں لطیف نگاری
۸ ظرافت نگاری۔ ظفر علیخاں، ملا رموزی، رشید احمد صدیقی اور عظمت اللہ خاں کی نثر کی نوعیت اور اس کے نمونے۔ ۱۰۷

باب نہم
اردو کا مستقبل

انشا پردازی کی اصلی خوبیاں، زبان فنِ لطیف کی حیثیت سے معانی الفاظ

Marfat.com

اور اصوات الفاظ کی ہم آہنگی، ادبی تحریر اور عام علمی تحریر کا فرق، اسلوب کی انفرادیت، اصلیت اسلوب کا اساسی اصول ہے۔ طرز تحریر اور مصنف کی ذات۔ غیر معمولی انشا پردازوں کا اثر زبان پر۔ اسلوب بیان اور مصنف کا ماحول۔ نثر اور نظم کا فرق۔ نثر کے معیار حسن و قبح مدوجزر، لفظوں، جملوں اور عبارتوں کے مطالب علحدٰہ علحدٰہ اور معین ہوں۔ ترتیب الفاظ کی اہمیت اسلوب کے ذریعہ سے قاری کا کسی خاص ذہنی یا وجدانی فضا میں منتقل ہو جانا۔ موضوع کی فطرت اور اس کے اظہار کا پیرایہ۔ اردو کی موجودہ محدودیت اس کی رفتار ترقی کے لئے مضر ہے۔ آغا حیدر حسن کی طرز تحریر کے نمونے اور اردو کی ہمہ گیری پر ان کا اثر۔ کسی خاص شہر یا خاص محلہ کی بولی عام اردو زباندانی کا معیار ہرگز نہیں ہو سکتی۔ ہر شہر اور ہر ملک کے باشندوں کو اپنی اپنی بولیوں کے مخصوص اور خوبصورت الفاظ اور محاورے وغیرہ اپنی تحریروں میں بے تکلفی اور آزادی کے ساتھ استعمال کرنا چاہئے۔ اکثر دکنی الفاظ اور محاورے اس قابل ہیں کہ عام اردو تحریر میں رواج پائیں۔ نیچ زبان کی خوبی اور وسعت۔ ادبی تصنیف میں تناسب اور تناقض کا لحاظ۔ بہترین انشا پردازی کے چند اور اسرار۔ ۱۲۹

Marfat.com

Marfat.com

ترتیب ثالث

یہ کتاب تیسری مرتبہ شایع ہو رہی ہے۔ بارہ سال کے عرصہ میں کسی کتاب کا تین بار شایع ہونا ترقی یافتہ ملکوں میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ لیکن ہمارے ملک کے کسی مصنّف کے لئے یہ امر خوش قسمتی کا باعث سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ ایک تو ہمارے یہاں مطالعہ کا ذوق اب تک عام نہیں ہوا اور دوسرے یہ کہ اچھّے اچھّے لوگ بھی کتاب خریدنے کی جگہ مستعار لے کر پڑھنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

یہ کتاب میں نے طالب علمی کے زمانہ میں لکھی تھی۔ اور یہ اصل میں ان مضمونوں کا مجموعہ ہے جو رسالہ سہیل (علی گڑھ) میں شایع ہوئے۔ لیکن ہر اشاعت کے وقت اس میں کچھ نہ کچھ تبدیلی ہوتی رہی جس کی وجہ سے اصل مضمونوں کی ترتیب پر تو کوئی اثر نہیں پڑا

Marfat.com

لیکن لفظی تبدیلیوں اور حذف و اضافہ کی وجہ سے کافی فرق پیدا ہو گیا ہے۔

آج کل اُردو ہندی کے جھگڑے نے بڑی اہمیت حاصل کر لی ہے۔ اور ایک درمیانی زبان "ہندوستانی" کو رائج کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ لیکن جب تک وہ رائج نہ ہو لے اور اس کی وجہ سے اُردو کے گنگا جمنی اسلوب میں کوئی قابل ذکر تبدیلی پیدا نہ ہو اس وقت تک اس کا تذکرہ اس کتاب میں نہیں کیا جاسکتا۔ اگر موجودہ کشمکش کی وجہ سے کوئی تعمیری نظام العمل تیار ہو سکے اور ہمارا ادب اسلوب کے لحاظ سے متاثر ہو تو کوئی تعجب نہیں کہ اس کتاب کی آئندہ ترتیب میں اضافہ کی ضرورت محسوس ہو۔

رفعت منزل۔ خیرت آباد
یکم رجب ۱۳۵۹ ہجری

سید محی الدین قادری زورؔ

Marfat.com

ترتیب ثانی

اُردو نثر کے اسالیب جیسے موضوع پر روشنی ڈالنے کے لئے میں نے اس کتاب میں جو طریقۂ کار اختیار کیا ہے اس کا شخصی اور طرفدارانہ ہونا ضروری تھا۔ اگرچہ میں نے اس خیال کو پیش نظر رکھنے کی کوشش کی ہے کہ اس کے پڑھنے والے اردو ادب اور انشا پردازوں سے روشناس ہوسکیں اور صحیح و سنجیدہ ذوقِ ادب کی فضا اُردو زبان میں وسیع تر ہوسکے۔ مگر اس فرض کی انجام دہی کے وقت میں ضرور محسوس کرتا رہا کہ جس اسلوب یا خصوصیت کو میں بہتر اور مفید سمجھتا ہوں ممکن ہے لوگ اس کو اچھا نہ سمجھیں۔

موجودہ انشاپردازوں کے اسلوب پر بحث کرتے وقت اکثر جگہ یہ دقت رونما ہوتی تھی کہ کیا نہ لکھا جائے اور اب بھی میں بدقت کہہ سکتا ہوں کہ اس میں کامیاب رہا ہوں مختلف انشاپردازوں کے

Marfat.com

اسلوب کے نمونوں کے طور پر میں نے جو اقتباسات دئے ہیں شاید خود انشا پرداز انہیں پسند نہ کریں۔ اور اگر انہیں اختیار ہوتا تو غالباً کوئی اور ٹکڑا وہ پیش کرتے۔ مگر مجھے کم ازکم یہ اطمینان ضرور حاصل ہے کہ میں نے حتی الوسع صحت مذاق کا خیال رکھا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ میں اپنے مقصد میں ناکام نہیں رہا۔ اور میرا ازاویہ نگاہ نامقبول نہیں ہوا جب میں دیکھتا ہوں کہ یہ کتاب ایک دفعہ چھپ کر ختم ہو چکی اور شاید میں اس عجلت کے ساتھ اس پر نظر ثانی کرنے کے لئے مجبور نہ کیا جاتا اگر یہ نصاب میں نہ شامل ہوتی اور اس کے بیسیوں مطلوبے ملک کے مشہور کتب فروش مکتبۂ ابراہیمیہ میں جمع نہ ہو جاتے۔

اس دوسری اشاعت کے وقت مجھے کوئی خاص بات کہنی نہیں ہے میں نے کتاب میں کوئی اہم تبدیلی نہیں کی۔ اگرچہ نظر ثانی کرتے وقت میں بعض جگہ اسکی ضرورت محسوس کرتا تھا۔

بعض انشا پردازوں کے اسلوب اور انشا پردازی کی قدر و قیمت کی نسبت میرے خیالات میں کچھ تبدیلی ضرور ہوئی ہے۔ مگر میں نے محسوس کیا کہ اس کے مطابق کتاب کی عبارت میں تغیر و تبدل کرنا لازمی نہیں ہے۔ البتہ جہاں جہاں کوئی عبارت یا خیال بھونڈا یا ناگوار ہو گیا تھا میں نے تبدیلی کر دی ہے۔

۲۸ رمضان سنہ ۱۳۵۰ھ — سید محی الدین قادری زور

Marfat.com

دیباچہ ترتیب اوّل

دنیا کی سبق آموز نیرنگیاں، گوناگوں حالات اور بوقلموں حادثات کا طلسم خانہ ہیں۔ گویا دنیا ایک تماشا گاہ ہے جس میں ہر وقت عجیب وغریب اور نت نئے واقعات پیش نظر رہا کرتے ہیں اور جس کے پردے ہر لمحہ اٹھتے ہیں اور ایک نیا تماشا دکھاتے ہیں۔

ایک طرف سلطنت مغلیہ کا شیرازہ کسی کے زلفوں کی طرح بکھرتا ہوا نظر آتا ہے تو دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ اردو دنیائے علم وادب میں گرمیٔ محفل کا پیغام لاتی ہے۔ غدر کے پُرآشوب زمانہ میں جب دلّی ایک دفعہ پھر اُجڑتی ہے اور قلعہ معلّی سے

Marfat.com

سطوتِ اسلامی کا جنازہ اُٹھ کر یہ شعر زبان زد خاص و عام کرتا ہے کہ ؎

تا سحر وہ بھی نہ چھوڑی تو نے اے بادِ صبا
یادگار رونقِ محفل تھی پروانے کی خاک

ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نوخیز اُردو سرمستانِ علم و ادب کیلئے ناؤ نوش بلند کرتے ہوئے اور ع

چمن میں ہیں خزاں کے بعد لیکر پھر بہار آئی

کا نغمہ پر ترنم گاتے ہوئے داخل ہوتی ہے۔

ہندوستان کے اسی عہد محشر نما میں جس پر بقول غالب "رستخیز بے جا" کا اطلاق مناسب معلوم ہوتا ہے، چند برگزیدہ ہستیاں معرض وجود میں آتی ہیں۔ مرزا غالب، سرسید، ذکاءاللہ، نذیر احمد، آزاد، حالی، شبلی، اور محسن الملک، نہ صرف مسلمانوں کے لئے پیغام امید بنتے ہیں بلکہ نونہال اُردو کو بارآور کرکے سربفلک کرنے کا بیڑا اٹھاتے ہیں اور اپنی آبیاریوں کے ذریعے سے اُردو کا نثر میں بھی وہ مرتبہ بڑھاتے ہیں کہ پایان کار اُردو نثر اُردو نظم پر سبقت لے جانے کے قابل بن جاتی ہے۔

اردو زبان میں نثر نظم کے بہت بعد لکھی جانی شروع ہوئی تھی جس طرح ولی اورنگ آبادی کے دیوان نے عام طور پر اردو نظم کی اساسی تحریک پیدا کی کلکتہ کے فورٹ ولیم کالج نے اردو نثر کی نشو و نما اور اشاعت کا کام کیا۔ اس سے قبل اس میں کوئی شک نہیں کہ اُردو نثر

Marfat.com

کا دکن میں معتد بہ اور شمالی ہند میں مختصر سا ذخیرہ جمع ہو چکا تھا۔ لیکن اس وقت تک جو کچھ لکھا گیا تھا وہ ایسا نہ تھا کہ کسی زبان کو دنیا کی تہذیب یافتہ اور شایستہ زبانوں کے ہمسر بنا سکے۔

اردو فورٹ ولیم کالج اور اس کے بعد سرسید احمد خاں کی کوششوں کے باعث اس اثنا میں اپنی رفتار ارتقار کے جن عبوری دوروں سے گذر کر موجودہ حالت تک پہنچی ہے ان کا اقتضا ہی یہ تھا کہ اس کی نثر اس قابل ہو جاتی کہ اس کو جلد سے جلد متفرق علوم و فنون کا سرمایہ دار بنا یا جائے اور اس درجہ تک پہنچنے کے بعد وہ فطرتاً ایک ایسے مرکز کی محتاج تھی جہاں اس کی ہر قسم کی ترقیاں پوری طرح ظاہر ہوسکیں کیونکہ اگرچہ اس نے ایک وسعت ضرور حاصل کرلی ہے اور اس میں ہمہ گیری کی صلاحیت بھی پیدا ہو گئی ہے تاہم اس کی نثر نے ابھی وہ رتبہ نہیں حاصل کیا جو ایک مہذب اور علمی زبان کو حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت اس امر کی سخت ضرورت تھی کہ جہاں اس کو مطالب و معانی کے لحاظ سے مالدار بنایا جائے، اس کے اسلوب بیان کی نگہداشت کی طرف بھی خاص توجہ کی جائے۔

یہ نہایت خوش آیند امر ہے کہ وہ نونہال جس کا ابتدائی گہوارہ دکن تھا۔ دہلی، لکھنو، کلکتہ، اور پنجاب میں نشو و نما پاتے رہنے کے بعد معراج کمال حاصل کرنے کے لئے پھر دکن کے آغوش میں آگیا ہے۔ اور زیادہ تر خوشی تو اس بات کی ہے کہ اس وقت دکن بھی اس مرتبہ کو پہنچ گیا ہے کہ دل کھول کر اپنے گم شدہ نونہال کی آؤ بھگت کر سکے اور ایسے ذریعے اختیار کرے

Marfat.com

جن سے وہ بہت جلد معراج کمال حاصل کر سکتا ہے ۔

دو سال کا عرصہ ہوا جب میں نے امتحانِ بی۔ اے اور اس کے بعد روح تنقید کی طباعت و اشاعت سے فراغت حاصل کی، میرے کلیہ کے قابلِ فخر صدر اور میرے محترم شفیق عالیجناب مولوی محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب اے، آر، سی، اس، بی، اس، سی (لنڈن) فیلو آف دی فزیکل سوسائٹی (لنڈن) نے مجھے اس امر کی طرف متوجہ کیا کہ ہر زبان کے ادب میں اسلوب بیان کو خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے اور چونکہ اردو کی طرزِ تحریر ابھی اس قابل نہیں ہوئی ہے کہ اس کو دُنیا کی ترقی یافتہ زبانوں کے مقابلہ میں رکھ سکیں اس لئے مجھے چاہیئے کہ اردو کی طرز تحریر کی (ابتدائے اردو سے لیکر موجودہ زمانہ کے اسالیب تک کی) نوعیت کا مطالعہ کرنے اور ترقی یافتہ زبانوں کے اسالیب کے محاسن و قبائح کے متعلق جو خیالات ظاہر کئے گئے ہیں ان سے بھی واقفیت حاصل کرنے کے بعد اردو اسالیب کی نوعیت اور ان کے مستقبل کے متعلق ایک مضمون لکھوں ۔ چنانچہ میں نے اس کام کو شروع کر دیا۔ احسان فراموشی ہوگی اگر میں اس امر کا اظہار نہ کروں کہ اس بارے میں جناب خان صاحب نے مجھے موقع بموقع اپنے مفید مشوروں سے کافی مدد پہنچائی۔ اگر اُن کا ادبی ذوق اس کام میں میری امداد نہ کرتا رہتا تو میں اس قدر آسانی کے ساتھ اس ادبی کوشش کو اختتام تک نہ پہنچا سکتا جو آج سے ایک سال قبل ہی رسالہ سہیل علی گڈھ میں باقساط شایع ہوتی رہی اور اب کتابی شکل میں آپ کے روبرو ہے ۔

اس کتاب کو جس کے ذریعہ سے میں نے اسلوب بیان کے لحاظ سے اردو

Marfat.com

نثر کی ارتقائی منزلوں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے دراصل فورٹ ولیم کالج کی اردو تصنیفات اور سرسید کی کوششوں کے اثر سے اردو کے اسالیب بیان میں جو انقلاب پیدا ہوا صرف اسی کے اظہار سے شروع ہونا چاہیے تھا۔ مگر ان تمام کی اہمیت نمایاں کرنے کے لئے ضروری تھا کہ اس انقلاب سے قبل اردو نثر کن کن حالتوں سے نکلی تھی اور کس درجہ تک پہنچ چکی تھی اس کا بھی اندازہ لگایا جاتا۔ ان امور کے پیش نظر میں نے اس موضوع کو نو[9] فصلوں میں تقسیم کیا ہے۔ جن کی تفصیلی فہرست مضامین غالباً آپ نے ملاحظہ کی ہوگی۔

اُردو نثر کو میں نے جن دَوروں میں تقسیم کیا ہے۔ ان کے سلسلہ میں دو امور کا اظہار ضروری ہے۔ پہلا یہ کہ یہ دَور صرف اُردو اسالیب کے مدِنظر قائم کئے گئے ہیں کیونکہ کسی زبان کی تاریخ کو متفرق نقاط نظر کے لحاظ سے متفرق اور مختلف دَوروں میں تقسیم کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور دوسرا یہ کہ تاریخ اُردو کے مواد کی حالت اس وقت تک اس قدر ناقابلِ تشفی ہے کہ اُردو زبان اور ادب کے دَوروں کے متعلق صحیح طور پر کوئی خاص حدود معین نہیں کئے جا سکتے۔ بہت ممکن ہے اس کے متعلق آئندہ ایسی تحقیقات ہو سکیں جن کے بعد اسلوب کے لحاظ سے بھی میرے قایم کردہ دَور خود مجھی کو ناقص نظر آئیں۔ بحالت موجودہ میں نے اس امر کی کوشش کی ہے کہ حتی الامکان صحت منازل کا لحاظ رہے۔

اُردو کے گزشتہ اور موجودہ انشا پردازوں کے متعلق میں نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ قطعاً میرے ذاتی مذاق اور مطالعہ پر مبنی ہیں بہت ممکن ہے کہ

Marfat.com

بعض حضرات کے نقطۂ نظر سے کسی کے متعلق رائے دینے کے بارے میں مجھ سے نا انصافی سرزد ہوئی ہو۔ لیکن میں بحالت موجودہ اپنے ذوق ادب اور بساط مطالعہ سے مجبور ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ خود میں آگے چل کر کسی کی ادبی قوتوں کے متعلق اپنی رائے بدل دوں۔

اگر واقعی کسی انشا پرداز کے متعلق میں نے کوئی ناقص خیال ظاہر کیا ہے تو میں اس امر کے اقرار پر مجبور ہوں کہ ناظرین خود اس انشا پرداز کی تصنیفات کا مطالعہ کرکے اس کے اسلوب کے متعلق رائے قایم کریں کیونکہ مجھے اپنے مطالعہ پر اس قدر فخر نہیں ہے کہ میں اپنی ذاتی رائے کی وجہ سے کسی کی انشا پردازی کی خوبیوں کو نقصان پہنچاؤں۔

مگر اس موقعہ پر میں اس حقیقت حال کو بالکل بے نقاب کر دینا چاہتا ہوں کہ میری رایوں میں کسی قسم کے تعصب کا کوئی دخل نہیں ہے میں اس کتاب کو پیش کرتے ہوئے اگر کسی چیز کا فخر کر سکتا ہوں تو وہ صرف یہی ہے کہ میں نے ایک بے لوث ادبی خدمت کی ہے۔ کیونکہ موجودہ انشا پردازوں میں بعض ایسے بھی ہیں جن سے میرے ذاتی تعلقات نہایت خوشگوار ہیں لیکن میں نے ان کی طرز تحریر کے بیان میں کوئی طرفداری نہیں ظاہر کی۔ اس کے برخلاف بعض حضرات ایسے بھی ہیں جن کے کارناموں کی نوعیت مجھے مجبور کرتی ہے کہ میں انہیں اردو ادب کا نہ صرف ایک بیکار بلکہ مضر عنصر سمجھوں۔ لیکن جہاں تک ان کے اسلوب بیان کا تعلق ہے میں نے دل کھول کر ان کی خوبیوں کی داد دی ہے۔

یہاں یہ امر بھی مخفی نہ رہنا چاہیئے کہ میرے یہ تمام خیالات صرف اسالیب

Marfat.com

بیان کی حد تک منحصر ہیں۔ کتاب میں جن انشا پردازوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کے کارناموں کے مطالب ومعانی اور موضوعوں کے لحاظ سے ان پر کہیں روشنی ڈالنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ اگر کہیں ان امور کا ذکر کیا بھی گیا ہے تو وہ عمداً نہیں بلکہ محض اس لئے کہ ان کے اظہار کے بغیر اسالیب کے متعلق کوئی صحیح رائے نہیں دی جا سکتی تھی یہ بہت ممکن ہے اور ممکن کیا واقعہ ہے کہ اگر انہی انشا پردازوں پر میں بھی کسی دوسرے نقطہ نظر سے بحث کروں تو اکثر موقعوں پر اس قسم کے خیالات سے اختلاف کر جاؤں جو اس وقت اسلوب کے متعلق ظاہر کئے گئے ہیں۔

انشا پردازوں کے انتخاب کے بارے میں بھی میں اپنے مذاق اور مطالعہ کا زیادہ مرہون منت ہوں۔ یہ ممکن ہے کہ بعض ایسے انشا پردازوں کا میں نے ذکر نہیں کیا ہو جن کا اس سلسلہ میں نام آنا ضروری تھا۔ لیکن غالباً میں معاف کیا جاؤں گا اگر اس امر کا اعتراف کروں کہ میرے ”دامان ذوق ادب“ میں تنگیِ حال ”نہی گلہائے انشا پردازی“ کی وسعت تھی یا اگر میں غالب کے اس شعر

کھلتا کسی پہ کیوں مرے دل کا معاملہ
شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے

کو پیش نظر رکھوں تو یہ معذرت بھی کر سکتا ہوں کہ میرے موجودہ مطالعہ کی چادر صرف انہی انشا پردازوں کے شہ کاروں کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔

دیباچہ کو ختم کرنے سے پہلے شاید اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ اس کتاب کے تقریباً پورے اجزا رسالہ جات سہیل جلد اول نمبرات دوم و سوم بابت ماہ اپریل و جولائی سنہ ۱۹۲۶ء میں شائع ہو چکے ہیں اس وقت اگرچہ ان میں

Marfat.com

ان پر سرسری طرح سے نظر ثانی کی ہے ۔ لیکن سوائے چند انشا پردازوں کی طرز تحریر کے نمونے پیش کرنے کے زیادہ تغیر و تبدل نہیں کر سکا حالانکہ بعض حضرات کے خیال میں ایک دو جگہ اس کی ضرورت بھی تھی ۔

اس اثنا میں بعض محترم کرم فرماؤں نے مجھے اس کی رائے دی کہ میں اس کتاب میں مصنفین کے حالات اور زبان کے بعض دیگر شعبوں کے متعلق معلومات کو داخل کر کے ایک تاریخ ادب اردو کی حیثیت سے اسے شایع کروں لیکن میں باادب التماس کرنے کی جرات کرتا ہوں کہ ایسی صورت میں کتاب کے اندر جس قدر اتیج سے کام لیا گیا ہے وہ بالکل ملیامیٹ ہو جاتا ۔ اور اگرچہ یہ اس وقت بھی اردو انشا پردازوں پر ایک طالب علمانہ نظر ہے ۔ تاہم اتنا ضرور ہے کہ اردو انشا پردازی کا جو کچھ مطالعہ کیا گیا ہے ایک حقیقی طالب علم کے زاویۂ نگاہ سے کیا گیا اور اس کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ایک حقیقی طالب علم کے پُرخلوص اور صداقت آمیز خیالات کی ترجمانی ہے نہ کہ کسی ایسے ادیب کی مطالب آمیز تحریر جو کسی نہ کسی دبستان یا طبقۂ مصنفین کا طرف دار ہو اور اس وجہ سے اگر عمداً نہیں تو کم از کم غیر ارادی طور پر ہی اپنے دوستوں اور طرف داروں کی مدافعت یا ستایش کرنے پر مجبور ہو جاتا ہو ۔

میں آخر میں ان عنایت فرماؤں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے میری اس ادبی کوشش کو پسند فرما کر نہ صرف میری ہمت افزائی کی بلکہ مجھے اس امر کی رائے دی کہ میں جلد سے جلد اسے کتاب کی صورت میں شایع کروں ۔

۱۱ محرم ۱۳۴۶ھ

سیّد محی الدّین قادری زورؔ

138660

Marfat.com

اردو

کے

اسالیب بیان

Marfat.com

Marfat.com

(۱)

اُردو زبان میں نثر کے ابتدائی کارنامے

اُردو نثر کی ابتداء کے متعلق ابھی کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا ۔ بعض تحقیقات نے شیخ عین الدین گنج العلم کے رسالوں کو اردو کی قدیم ترین مصنفات قرار دیا ہے ۔ بہت ممکن ہے کہ یہ خیال بھی غلط ثابت ہو ۔ کیونکہ شیخ عین الدین سنہ ۷۰۶ھ میں پیدا ہوئے تھے اور اب بعض کتابیں ایسی بھی دستیاب ہو رہی ہیں جو سنہ ۵۰۰ھ کے قریب زمانہ میں لکھی گئی تھیں ۔

نثر اردو کی ابتدا، خواہ کسی زمانہ سے کیوں نہ قرار دیجائے اس امر کو ماننا پڑیگا کہ دکن میں اس کی بنا تعلیم و تبلیغ ہی کی خاطر ڈالی گئی تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ دسویں صدی ہجری سے قبل کے اکثر کارنامے مذہبی مباحث ہی پر مبنی ہیں شیخ عین الدین گنج العلم کے جو رسالے سینٹ جارج کالج کے کتب خانہ میں پائے گئے ان تینوں میں بھی فرائض دسنن ہی کے متعلق متفرق احکام و مسائل لکھے گئے تھے ۔ بزرگان دین کے لئے ضروری تھا کہ اپنے مریدوں اور نومسلموں کے

Marfat.com

تزکیۂ نفس اور تعلیم کی خاطر مذہبی مسائل کو عام فہم کر دیتے ۔ جس کا سرانجام پانا مقامی بولیوں میں تحریر و تقریر سے کام لئے بغیر ناممکن تھا ۔ چنانچہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اردو میں سب سے پہلے مذہبی الفاظ کا ایک اچھا خاصہ ذخیرہ جمع ہو گیا

زبان ایک سائنٹفک یا مصنوعی شے ہرگز نہیں ۔ وہ خود بخود بنتی اور بگڑتی رہتی ہے اہل زبان جس قسم کے خیالات میں محو رہتے ہیں اسی کے موافق ان کی زبان بھی تیار ہوتی جاتی ہے ۔ لہذا جب کوئی قوم مذہب کی طرف زیادہ راغب ہو تو ضروری ہے کہ اس کی زبان بھی بالکل مذہبی ہو جائے ۔

نثر اردو کی دور اوّل کی اکثر کتابیں مذہبی مباحث پر مبنی ہیں اس لئے اُن کی عبارتیں بھی مذہبی اصطلاحات سے مملو ہیں ۔ غالباً یہی وہ زمانہ ہے جب کہ ریختہ میں وہ کثیر التعداد الفاظ جو آج اردو زبان میں مذہب و تصوف کی اصطلاحات بنے ہوئے ہیں بالکل پہلی مرتبہ استعمال کئے گئے ۔ اور مراقبہ ۔ مشاہدہ ۔ کشف ۔ الہام ، کرامات ، سفلی ، علوی ، ملکوت ، جبروت ، ناسوت ، میثاق ، محشر ، شریعت ، طریقت ، معرفت ، حقیقت ، وحدانیت ، سالک ، عارف ، پیر کامل ، مرید صادق ، واجب الوجود اور ممکن الوجود جیسے عربی فارسی کے دقیق اور مبہم الفاظ جو آج عام طور پر بولے اور سمجھے جاتے ہیں ، غالباً اسی وقت اختیار کئے گئے ہیں ۔

اس زمانہ کی تصانیف میں گنج العلم کے رسالوں کے علاوہ حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کی "معراج العاشقین" اور "ہدایت نامہ" ان کے نبیرہ سید محمد عبداللہ حسینی کا ترجمہ "نشاط العشق" (مصنفہ حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ) اور میرانجی شمس العشاق کی "جل ترنگ" اور "گل باس" زیادہ قابل ذکر ہیں ۔

Marfat.com

اگرچہ یہ اردو نثر کی بالکل پہلی کوششیں ہیں لیکن ان میں زبان حتی الوسع سادہ اور صاف استعمال کی گئی ہے۔ عوام کی تلقین اور ہدایت ان کتابوں کا مقصد تھا اور اسی لئے ان کے مصنفین کا فرض تھا کہ وہ تعقید اور تصنع سے حتی الامکان پرہیز کرتے تاہم اولین کوششیں ہونے کی بنا پر بعض بعض عبارتوں میں گنجلک پایا جاتا ہے۔ اس زمانہ کی نثر کے اسلوب بیان کا انداز حسب ذیل عبارتوں سے کیا جا سکتا ہے:-

(۱) نبی کہے تحقیق خدا کے درمیان تے ستر ہزار پردے اوجیالے کے ہور اندھیارے کے اگر اس میں تے یک پردہ اٹھ جاوے تو اس کی آنچ تے میں جلوں۔ ہور ایک وقت ایسا ہوتا ہے۔ سمجھو اور دیکھو۔ بے پردا۔ اندھار کے اوجیالے کے عارفان رہے واصلاں پر پردے نورانی۔ واصلاں کا صفا پردا ہوتا ہے۔ محمد کا نور اے عزیزاں ربوبیت کا پردہ سوائے تن جالی جسم کے پردے کوں انپڑے بات اس جمال الوہیت کے پردے ممکن الوجود کوں انپڑ سکے۔" معراج العاشقین مطبوعہ تاج پریس حیدر آباد صفحہ (۲۱)

(۲) اے عزیز مرید صادق۔ اچھے پیر کے سوا کون امر خدا ہور رسول پیدا کیا ہے اپنے بوج کوں۔ محمد کوں یہی ہے نصیحت کرنے کوں۔ اس بات میں امام جعفر صادق خوب فرمائے ہیں پیر کوں درکار ہے دس چیز سمجھنا سو اس پر فرض ہوتا ہے۔ اول علما کی دانائی کا بوج کا دویم سخاوت اچھے دل کا سویم علم اچھے دانائی کا چہارم مریدکے مال سوں طمع ناکر ناحرص کا۔ پنجم نادانی کی بات ناکرے مریداں میں۔

Marfat.com

ششم عقل اچھے۔ ہفتم شجاعت اچھے۔ ہشتم یاد میں رہنا۔ نہم حال پرحال ہوئے۔ دہم سوجھ بوجھ کا مالک ہونا...... (معراج العاشقین عبارت خاتمہ)

Marfat.com

(۲)

دسویں صدی ہجری کے بعد دکن میں نثر کی نشوونما

اردو نثر کے دورِ دوم میں اسلوب کے لحاظ سے حسبِ ذیل کتابیں خصوصیت رکھتی ہیں۔

(۱) مولانا عبداللہ کی "احکام الصلوٰۃ" جو سنہ ۱۰۳۳ھ میں لکھی گئی ہے اور جس میں نماز کے متعلقات بیان کئے گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو مصنف نے فارسی سے ترجمہ کیا ہے [1]

(۲) وجہی کی "سب رس" سنہ ۱۰۴۵ھ میں ملا وجہی نے غالباً وجہ الدین گجراتی کی کتاب سے ترجمہ کیا ہے یہ کتاب ادبی حیثیت سے بھی اہم ہے۔

(۳) شمائل الاتقیا سنہ ۱۱۰۰ء میں میراں یعقوب نے حضرت برہان الدین اولیا (اورنگ آبادی) کی کتاب سے ترجمہ کیا ہے۔ یہ بھی متذکرہ بالا کتابوں کی طرح تصوف میں ہے۔

---

[1] دیکھو "دکن میں اردو" طبع اول صفحہ (۱۵)

Marfat.com

(۴) "معرفت السلوک" تقریباً سنہ ۱۱۰۰ھ کے اوائل میں لکھی گئی۔ معلوم ہوتا ہے شاہ ولی اللہ صاحب قادری نے اپنے والد کی ایما پر فارسی سے ترجمہ کیا ہے[۵۱]

(۵) ان کے علاوہ سید شاہ محمدؐ قادری نے جو عالمگیر کے زمانہ میں گذرے ہیں بعض رسالے تصوف میں تصنیف کئے۔

(۶) سید شاہ محمدؐ قادری ہی کے قریبی زمانہ میں سید شاہ میر نے ایک رسالہ توحید کی نسبت لکھا جس کا نام "اسرار التوحید" ہے[۵۲]

(۷) اس دور کی آخری تصانیف مولانا باقر آگاہ (المتوفی سنہ ۱۲۲۰ھ) کی ہیں جو غالباً جدید اسالیبِ بیان اور قدیم طرز انشا پردازی کی درمیانی کڑیاں ہیں یہی وہ شخص ہیں جنھوں نے سب سے پہلے اردو نثر میں علمی مباحث پر قلم اٹھایا۔

اسوقت گو زبان نے زیادہ ترقی نہیں کی۔ یائے معروف و یائے مجہول اور تذکیر و تانیث میں اس وقت بھی پہلے دور کے مانند کوئی فرق نہیں کیا جاتا تھا۔ تاہم اس عرصہ میں اردو زبان کے لفظی خزانے میں کافی اضافہ ہوگیا تھا۔ مذہب کے علاوہ اخلاق سیرت اور تاریخ کے متعلق خاص خاص الفاظ اور اصطلاحات کی فراوانی ہوگئی تھی۔ گو خالص ادبی کتابیں ایک دو سے زیادہ نہیں لکھی گئیں۔ لیکن اکثر عبارتوں میں ادبیت کی جھلکیں نمایاں اور بعض تو بالکل مقفیٰ اور مسجع نظر آتی ہیں۔

گزشتہ دور کے اسلوب سے اس دور کے طرز بیان میں بعض تغیر ضرور معلوم ہوتے ہیں اوّل یہ کہ اس میں وہ گنجلک باقی نہیں رہے تھے جن کا ابتدائی نثر میں ہونا

---

۵۱ دیکھو "دکن میں اردو" طبع اول صفحہ (۹۵)

۵۲ دیکھو "اُردوے قدیم" مطبوعہ تاج پریس حیدرآباد صفحہ (۱۱۱)

Marfat.com

ضروری تھا۔

دوم یہ کہ اکثر کارنامے فارسی کے تراجم ہونے کے باعث فارسی کے اسلوب بیان کے بالکل چربے نظر آتے ہیں۔

حسبِ ذیل نمونے ان دونوں خصوصیات کو نمایاں کرتے ہیں:۔

(۱) بات کرنے سوں نماز جاتا ہے۔ نماز میں آدمیاں کی مثال دعا مانگنے نماز جاتا ہے۔ بہی واہ کہنے سوں نماز جاتا ہے۔ دردسوں یا مصیبت سوں نماز جاتا ہے۔ روئے سوں یا دنیا کی سبب سوں نماز جاتا ہے۔ نماز میں کسی کی موت کی خبر سنکر (قالو انا للہ وانا الیہ راجعون) بولنے سوں نماز جاتا ہے۔ خبر عجب سُن کر نماز جاتا ہے۔ (احکام الصلوٰۃ)

(۲) دوم کلمہ شہادت۔ دوسرا کلمہ بولتا ہوں میں شہادت کا یعنی گواہی دیتا ہوں اس خدا یتعالٰی کے ایک ہنے پہ۔ اشہد مور گواہی دیتا ہوں (ان لا الہ) کہ نہیں کوئی معبود برحق ...... (احکام الصلوٰۃ)

(۳) تمام مصحف کا معنا الحمد للہ میں ہے مستقیم ہور۔ تمام الحمد للہ کا معنی بسم اللہ میں ہے، قدیم ہور نام بسم اللہ کا بسم اللہ رکھیا ہے کریم ...... (سب رس)

(۴) دنیا میں خوب گنوائی چار لوگاں میں عزت پائی۔ جاں رہی گھڑی وان قبول پڑی نہ آفت دیکھی نہ زارلہ اپنے بھلے تو عالم بھلا کسی کوں برا بولنا یو دسوا ہے بھلائی برائی سب اپنے پاس ہے" (سب رس)

(۵) اپنی حیات کے وقت منجے ابشارت کئے تھے جوں شمائل الاتقیا کتا بکوں ہندی زبان میں لیاوے تا ہر کسی کوں سمجھا جاوے اس وقت منجے بیا نہیں

Marfat.com

تاکہ یک ہزار ستر پر آٹھواں سال کوں رحلت کئے (ترجمہ شمائل الاتقیاء)

(۶) بولتا ہے کمترین مرید ہور واپس ترین شاگرد۔ جاروب کش درگاہ عالی ہور بارگاہ ابالی عاجز فقیر الحقیر محمدؐ ولی اللہ حکم کئے منجکوں حضرت شہباز ولایت معدن ہدایت آفتاب عالمتاب بزرگ اولیاکے۔ بڑے اتقیا رکے ہور سدر نشین محمد مصطفیٰ کے صاحب شریعت ہور طریقت کے دربار حقیقت اور معرفت کے وارث محمدؐ رسول اللہ حضرت شاہ حبیب اللہ قادری باقی رکھے اللہ انوکوں ...... (معرفت السلوک)

(۷) بعض علمار متاخرینؒ خلاصہ عربی کتابوں کا نکال کر فارسی میں لکھے ہیں تا وہ لوگ جو عربی نہیں پڑھ سکتے ہیں۔ ان سے فائدہ پادیں۔ لیکن اکثر عورتاں اور تمام آدمیاں فارسی سے بھی آشنا نہیں ہیں۔ اس لئے یہ عاصی مطلب ان کے بہت اختصار کے ساتھ لیکر دکنی رسالوں میں بولا ہے تاکہ ہر رسالہ کے وزن علحدہ ہونے سے خواہش و آرزو پڑھنے والوں کی زیادہ ہوئے۔" (مثر باقر آگاہ)

Marfat.com

شمالی ہند میں نثر کے ابتدائی مراحل

دکن میں نثر کی ابتدا ہو کر چار سو سال سے زیادہ گزر جاتے ہیں اور اس عرصہ میں وہ دو چار منازلِ ارتقا بھی طے کر لیتی ہے مگر شمالی ہند اس سے بیخبر رہتا ہے۔ صرف یہی نہیں کہ شمال والوں نے اس میں کوئی کام نہیں کیا، بلکہ وہ اس امر سے بھی ناواقف رہے کہ اردو نثر میں کتابیں لکھی گئی ہیں یا لکھی جا سکتی ہے۔ چنانچہ وہاں سب سے پہلے جس شخص نے اردو نثر میں قلم اٹھایا، وہ مولانا فضلی ہیں جن کی تحریر سے ہمارے اس خیال کا ثبوت ملتا ہے۔ وہ اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:-

پھر دل میں گذرا کہ ایسے کام کو عقل چاہئے کامل اور مدد کسو طرف کی ہوئے شامل کیونکہ بے تائید صمدی اور بے مدد جناب احمدی یہ مشکل صورت پذیر نہ ہووے اور گوہر مراد رشتہ امید میں نہ آوے لہذا کوئی اس صنعت کا

Marfat.com

نہیں ہوا مخترع اور اب تک ترجمہ فارسی بعبارت ہندی نثر نہیں ہوا مستمع بس اب اندیشۂ عمیق میں غوطہ کھایا۔ اور تامل و تدبیر میں سرگشتہ ہوا۔ لیکن راہ مقصود کی نہ پائی۔ ناگاہ نسیم عنایت الٰہی دل نگار پر اس تہزاز میں آیہ بات آئینۂ خاطر میں منھ دکھلائی۔

مولانا کی "دہ مجلس" کے بعد جب ہم شمالی ہند کی نثری کوششوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ مرزا رفیع سوداؔ نے میر تقی میرؔ کی مثنوی "شعلۂ عشق" کو نثر میں لکھا تھا لیکن بقول آزاد "افسوس کہ اس وقت موجود نہیں" مگر سوداؔ نے اپنی کلیات پر جو دیباچہ اردو میں لکھا ہے اس کے مطالعہ سے اس دور کے عام مذاق اور اسلوب بیان کی نوعیت کا کچھ انکشاف ہوتا ہے۔ اس کے چند فقرے یہ ہیں:۔

"ضمیر منیر پر آئینہ داران معنی کے مُبرہن ہو کہ محض عنایات حق تعالیٰ کی ہے جو طوطیٔ ناطقہ شیریں سخن ہوا۔ پس یہ چند مصرعے جو بہ قبیل ریختہ در ریختۂ خامۂ دوزباں اپنی سے صفحہ کاغذ پر تحریر پائے لازم ہے طویل سخن سامعہ سنجان روزگار کردن تا زبان ان اشخاص کے ہمیشہ مورد تحسین و آفرین رہوں ؎

قیمت قدر شناسا ہی سے پہنچے ہے ہم ورنہ دنیا میں خذف بھی نہیں گوہر سے کم

مضمون سینہ میں بیش از مرغ اسیر نہیں کہ ہو بیچ قفس کے جس وقت زبان پر آیا فریاد بلبل ہے واسطے گوش دادرس کے غرض جس اہل سخن کا در منصفی زینت لب ہے سررشتہ حسن معانی کا اس کلام کے اس سے

انصاف طلب ہے۔ اگر حق تعالیٰ نے صبح کا غذ سفید کی مانند شام سیاہ کرنے کو یہ خاکسار خلق کیا ہے تو ہر انسان کے فانوس دماغ میں چراغ ہوش دیا ہے۔ چاہیے کہ دیکھ کر نکتہ چینی کرے ورنہ گزند زہر آلودہ سے بے اجل کاہے کو مرے۔

فضلی اور سودا کے بعد ہمارے سامنے محمد حسین کلیمؔ کا نام پیش ہوتا ہے جن کی نسبت صاحب تذکرۂ گلشن ہند فرماتے ہیں "ایک رسالہ عروض و قافیہ کا اس نے زبان ریختہ میں لکھا ہے اور "فصوص الحکم" کا ترجمہ بھی ہندی زبان میں لکھا ہے۔ ایک نثر اور بھی زبان ریختہ میں ریختہ قلم معنی رقم رکھتا ہے" مگر اس ذکر کے سوا کلیم اور ان کے نثری کارناموں کے متعلق ہمیں کسی قسم کا علم نہیں۔

محمد حسین کلیم کے علاوہ ایک اور صاحب میر محمد عطا حسین تحسین ہیں جن کے متعلق آزاد لکھتے ہیں "میر محمد عطا حسین خاں تحسین نے چار درویش کا قصہ اردو میں لکھ کر نو طرز مرصع اس کا نام رکھا۔ شجاع الدولہ کے عہد میں تصنیف شروع ہوئی ۱۷۹۸ء / ۱۲۱۳ھ نواب آصف الدولہ کے عہد میں ختم ہوئی"۔ اس دور کے دو کارنامے زیادہ قابل ذکر ہیں ایک شاہ عبدالقادر صاحب کا "ترجمہ قرآن مجید" اور دوسرا انشاء اللہ خاں کی کتاب "دریائے لطافت"۔ موخر الذکر کا درجہ نثر اردو اور اس کے اسالیب بیان کی ارتقائی تاریخ میں نہایت اہم ہے۔ شمالی ہند میں نثر اس وقت تک جس حالت کو پہنچ چکی تھی اس کا کما حقہ، اندازہ "دریائے لطافت" کی ان عبارتوں سے ہو سکتا ہے جو بطور مثال کے جابجا استعمال کی گئی ہیں اس کتاب میں جہاں سید انشا نے اپنی اور مرزا مظہر جان جاناں کی طرز گفتگو حسب ذیل

Marfat.com

طریقہ کی دکھائی ہے۔

ابتدائے سن سال سے تا اوائل ریعان اور اوائل ریعان سے الی الان اشتیاق مالا یطاق تقبیل آستانہ علیہ نہ بحدے تھا کہ سلک تحریر و تقریر میں منتظم ہو سکے لہذا بواسطہ و وسیلہ حاضر ہوا ہوں (مرزا جان جاناں کا جواب) اپنے تئیں کوں بھی بدو طفلی سے تمھیں ایسے اشخاص کے ساتھ موانست اور مجالست رہا کی ہے۔

میر عفر غینی کی (ایک کسبی کے ساتھ) باتیں بھی نقل کی ہیں جن کا اسلوب بیان متذکرہ بالا عبارت سے بیحد مختلف ہے اور جس کی وجہ سے نثر کی تاریخ ارتقاء پر روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ بی نورن کہتی ہے:۔

"اجی آؤ میر صاحب! تم تو عید کے چاند ہو گئے۔ دلی میں آتے تھے دو پہر رات تک بیٹھتے تھے۔ اور ریختہ پڑھتے تھے۔ لکھنو میں تمھیں کیا ہو گیا کہ کبھی صورت بھی نہیں دکھاتے۔ اب کے کربلا میں کتنا میں نے ڈھونڈا کہیں تمہارا اثر معلوم نہ ہوا۔ ایسا نہ کیجیو۔ کہیں آٹھوں میں بھی نہ چلو۔ تمہیں علی کی قسم آٹھوں میں مقرر چلیو۔"

میر صاحب جواب میں کہتے ہیں:۔

اجی بی نورن یہ کیا بات فرماتی ہو، تم تو اپنے جیوڑے کی چین ہو پر کیا کہیں جب سے دلی چھوڑی ہے کچھ جی افسردہ ہو گیا ہے۔ اور شعر پڑھنے کو جو کہو تو کچھ لطف اس میں بھی نہیں رہا کہ مجھ سے سو ریختہ میں استاد میاں ولی ہوئے۔ ان پر توجہ گلشن صاحب کی تھی۔

Marfat.com

اس دور کے متذکرہ بالا نمونوں کے مطالعہ کے بعد ہم شاد عظیم آبادی کے ہم آہنگ ہو کر کہ "شمالی ہند میں ۱۸۰۰ء تک کوئی نثر اردو کی کتاب ہماری نظر سے ایسی نہیں گذری جس میں کوئی فن یا کسی طرح کا قصہ بیان ہوا ہو جا بجا اگلے وقت کی عبارتیں لکھی دیکھی ہیں جن میں لغات غیر مانوس، عربی فارسی کا جماؤ اور قافیوں اور ذو معنی لفظوں کے جھوٹے نگینے بہت سے جڑ دئے ہیں۔ فقط روابط کہیں کہیں اردو کا پتہ دے جاتے ہیں" اس قدر کہنا چاہتے ہیں کہ مرزا رفیع سودا کی نثر سے قطع نظر کرکے جو بالکل تعقید سے بھری ہوئی ہے دوسرے نمونے دل خوش کن ضرور ہیں۔ تاہم دکن کی ابتدائی تحریروں سے شمالی ہند کی ابتدائی عبارتیں زیادہ پُر تکلف معلوم ہوتی ہیں۔ اگرچہ دونو جگہ فارسی ہی کا اتباع کیا گیا ہے۔

اس زمانہ میں ہندو اور مسلمان دونو فرقوں کی ذہنیت پر فارسی کا اتنا گہرا اثر چھایا ہوا تھا کہ اس کا یکایک زائل ہو جانا سخت دشوار تھا۔ اور اگر نثر بیانیہ عہدی کے بعد سرسید کی کوششیں ایک معجز اثر کام کے ذریعہ (جس کا مفصل ذکر آئندہ کیا جائے گا) اس کو دور نہ کر دیتیں تو نہ معلوم کتنی صدیوں تک ہندوستانیوں کے سر سے فارسی کی تقلید کا بھوت نہ اتر سکتا اور اردو زبان میں فارسی کے نقش قدم پر چلنے والے وفادار متبعین کے قلموں سے جگہ جگہ بدنمائیاں پیدا ہوتی رہتیں۔

Marfat.com

(۴)

فورٹ ولیم کالج کی نثری خدمات

ابھی نثر اُردو ایک نونہال کی طرح اپنے چھوٹے سے گہوارے میں ان تمام عظمتوں سے بے پرواہی تھی جو مستقبل قریب میں اس کے گلے کا ہار بننے والی تھیں کہ کلکتہ میں بعض سیاسی ضرورتوں کی بنا پر فورٹ ولیم کالج کا قیام عمل میں آتا ہے۔ اس کالج کی روح رواں ڈاکٹر گلگرسٹ تھے[۱] اس علم دوست نے ملک کے متعدد اہل زبان اپنے یہاں جمع کیے اور اپنی نگرانی میں اچھی کتابیں لکھنے اور ترجمہ کرنے کا اہتمام کیا۔

اس زمانہ میں اردو نثر کا جو کچھ ذخیرہ تیار ہوا یوں تو کئی لحاظ سے قابل قدر ہے۔ لیکن ہم یہاں اس پر صرف اسلوب بیان کے لحاظ سے نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔ فورٹ ولیم کالج میں جن انشا پردازوں نے اُردو نثر میں نمایاں کام

[۱] ڈاکٹر گلگرسٹ کے متعلق حسب ذیل ماخذ سے زیادہ معلومات حاصل ہو سکتے ہیں۔

دیکھو دوسرا صفحہ

Marfat.com

کیا ان میں میر امن، حیدر بخش حیدری، بہادر علی حسینی، حفیظ الدین احمد، شیر علی افسوس، نہال چند لاہوری، اکرام علی، امانت اللہ اور مرزا علی لطف کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور وہاں کی جو کتابیں اسلوب بیان کے لحاظ سے اہمیت رکھتی ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں:۔

باغ و بہار، گنج خوبی، طوطا کہانی، آرایش محفل، گلزار دانش، نثر بے نظیر، اخلاق ہندی، خرد افروز، باغ اردو، مذہب عشق، ترجمہ اخلاق جلالی اور تذکرہ گلشن ہند۔

سلسلہ صفحہ گزشتہ۔ ڈاکٹر گلکرسٹ کے متعلق مزید معلومات حسب ذیل کتابوں سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

(1) Chambers Eminent Scotsman memoir II 106-7.
(2) East India Register 1803 Part 83.
(3) Annual Register 1841 L.XXXIII.181
(4) Scottish Nation By W. Anderson II 298-300
(5) The Influence of English Literature on Urdu Literature By Dr. Lattif 77-82

ان کے علاوہ اردو میں مولوی عبدالحق نے مقدمہ تذکرہ گلشن ہند اور رسالہ اردو جلد (۴) حصہ (۱۵) میں بھی اہل یورپ کے احسانات اردو پر کے عنوان سے (غالباً انہی ماخذ سے) ڈاکٹر گلکرسٹ کے متعلق معلومات جمع کئے ہیں۔

Marfat.com

ان تمام کتابوں کی تصنیف و تالیف کا اصل مقصد یہ تھا کہ انگریزوں کو ہندوستانی زبان و ذہنیت سے واقف کرایا جائے۔ اسی لئے ان کی زبان کا حتی الامکان صاف اور بامحاورہ ہونا ضروری تھا۔ جملہ ہندوستانی علما کو تاکید تھی کہ وہ اسلوب بیان میں تعقید اور تصنع سے احتراز کریں۔ یہی وہ مبارک امر تھا جس نے بہت جلد اردو زبان کو سنجیدہ اور پاک و صاف بنا دیا اور جس کے باعث نصف صدی کے بعد ہی ایک رموز شناس (یعنی سرسید) اس قابل ہو گیا کہ اس کو اپنی خاص ترکیب عمل کے ذریعہ سے بغیر دقتوں کے راہِ راست پر لے آیا۔

کلکتہ کی کتابوں میں میر امن کی "باغ و بہار" سب سے زیادہ مشہور اور مقبول ہوئی اگرچہ جو قصہ میر امن نے بیان کیا ہے اس کو دو ایک اور مصنفوں نے بھی لکھا ہے۔ لیکن میر امن کے اسلوب بیان کے وجہ سے وہ اس قدر دلچسپ ہو گیا ہے کہ اس کے آگے دوسروں کی شہرت بالکل ماند پڑ گئی۔

میر امن پہلے شخص ہیں جنھوں نے صاف سیدھی اور بامحاورہ اردو لکھی ان کی زبان نہایت سلیس تھی، باغ و بہار کا مطالعہ کرتے وقت ہمیں ہرگز اس کا یقین نہیں آسکتا کہ وہ ۱۸۰۰ء کے قریب لکھی گئی ہے۔ صرف کہیں کہیں عبارت میں قدامت کی جھلک نظر آتی ہے ورنہ اس کی زبان بالکل وہی ہے جو تقریباً ایک صدی کے بعد نذیر احمد نے استعمال کی ہے۔

ایک تو میر امن کی زبان ہی نہایت پاکیزہ تھی اور دوسرے یہ کہ اس وقت تک اردو بھی اس قابل ہو گئی تھی کہ اس میں پاکیزہ اور نفیس عبارتیں لکھی جائیں صرف کسی مہیج کی ضرورت تھی، چنانچہ موقع ملتے ہی اردو دانوں نے اپنی ادبی استعداد

Marfat.com

کے اصلی جوہر دکھادئے۔ باغ و بہار کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حتی الوسع زیادہ سے زیادہ محاورے استعمال کرنے کا التزام کیا گیا ہے۔ عربی و فارسی کے موٹے موٹے الفاظ اور ترکیبیں جو بعد میں اسی قسم کے ایک اسلوب بیان میں داخل ہو کر نذیر احمد کی مولویت ظاہر کرنے والی تھیں اس کتاب میں بہت کم دکھائی دیتی ہیں البتہ کہیں کہیں اس زمانہ کے عام مذاق کے موافق ہم قافیہ جملے بھی نظر آجاتے ہیں۔ لیکن یہ قافئے بھی عموماً فعلوں ہی تک محدود ہیں باغ و بہار کے اسلوب کے نمونے یہ ہیں:۔

(۱) پردہ تو اصل یا جی تھا۔ میرے درگذر کرنے کو نہیں سمجھا۔ نشے کی لہر میں اور بھی دو پیالے چڑھا گیا کہ رہا سہا ہوش جو تھا وہ بھی گم ہوا اور میری طرف سے مطلق وہڑکا جی سے اٹھا دیا۔ نہ اس لئے ذرا میں وفانہ اس بے حیا میں حیا۔ جیسی روح ویسے فرشتے۔ میری اس وقت یہ حالت تھی کہ از سر چوٹی ذومنی گاوے تال بے تال اپنے اوپر لعنت کرتی تھی کہ کیوں تو یہاں آئی جس کی یہ سزا پائی؟ آخر کہاں تک سہوں؟ میرے سر سے پاؤں تک آگ لگ گئی اور انگاروں پر لوٹنے لگی۔ اس غصہ اور طیش میں یہ کہاوت یاد آئی کہ کوا کوے کی گون۔ یہ تماشا دیکھے کون؟ کہتی ہوئی وہاں سے اٹھی۔ مطبوعہ رام نراین صفحہ (۴۸)

(۲) میں کسو کا برا نہ چاہتی تھی لیکن یہ خرابیاں قسمت میں لکھی تھیں مٹتی نہیں کرم کی ریکھا، اگر خوبصورت کے دیکھنے کا دل میں شوق نہ ہوتا، تو وہ کم بخت میرے گلے کا طوق نہ ہوتا۔ اللہ نے یہ کام کیا کہ تجھ کو وہاں پہنچا دیا اور

Marfat.com

سبب میری زندگی کا کیا...... باغ و بہار صفحہ (۴۹)

باغ و بہار کے ساتھ ہی حیدری کی "طوطا کہانی" کا ذکر بھی ضروری ہے "طوطا کہانی" کا اسلوب بیان نہایت سادہ ہے۔ باغ و بہار کی عبارتوں میں رنگینی اور بانکپن ہے۔ برخلاف اس کے "طوطا کہانی" کی عبارت سنجیدہ ہے۔ میرامن چھوٹے چھوٹے جملے استعمال کرتے ہیں۔ حیدری کے جملے اکثر طویل ہوتے ہیں۔ حروف ربط کا استعمال ان کی تحریروں میں زیادہ ہے۔ میرامن بغیر حروف ربط کے بھی اپنا مطلب وضاحت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ "باغ و بہار" کی عبارتوں میں عربیت بہت کم پائی جاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ میرامن ہندی الفاظ کی طرف زیادہ راغب تھے۔ حیدر بخش کے قلم سے عربی فارسی کے الفاظ بہت زیادہ نکل پڑتے ہیں۔ وہ محاوروں کا (عمداً یا غیر ارادی طور پر) اتنا خیال نہیں رکھتے جتنا کہ میرامن کو تھا۔ گو ان کے جملے طویل ہیں لیکن عبارت میں گنجلک کی مثالیں شاذ ہی پائی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر "طوطا کہانی" کے حسب ذیل نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۱) وہ سپاہی تھیلی لئے ہوئے خوشی سے سنار کے پاس گیا اور کہنے لگا میرے بخت اچھے تھے جو بے رنج و محنت اس قدر زاد راہ میں نے پایا حاصل کلام وہ تھیلی اس سنار کو سونپی اور یہ بات کہی کہ بھائی یہ میری امانت ہے اپنے پاس رہنے دے جب چاہوں گا لے لوں گا۔ بعد کئی دن کے اس تھیلی کو سنار سے سپاہی نے طلب کیا تب وہ کہنے لگا اے سپاہی تو نے مجھ سے اس واسطے آشنائی کی تھی کہ تہمت لگا دے اور مجھے چور بنا دے۔ بھلا تھیلی مجھے تو نے کب دی تھی تو جھوٹ کہتا

Marfat.com

ہے کیا خوب اب تو یہاں سے جا اور کسی بڑے مالدار پر تہمت لگا۔
جس کے سبب سے کچھ مزا اُٹھاوے ۔ (طوطا کہانی ۔ نول کشور پریس ص۶۲)

(۲) جب وہ آفتاب چھپا اور ماہتاب نکلا خجستہ پاس سے بھری ہوئی رخصت لینے طوطی کے پاس گئی ۔ اور کہنے لگی اے طوطے میں ہر ایک شب تیرے پاس آتی ہوں اور احوال بیقراری کا سناتی ہوں پر تو کچھ نمک کا حق ادا نہیں کرتا اور مجھے ٹھنڈے جی سے رخصت نہیں کرتا۔" (ص۶۴)

شیر علی افسوس کی "باغ اردو" بھی کلکتہ کی کتابوں میں اسلوب بیان کے لحاظ سے قابل ذکر ہے ۔ اس کا اسلوب بیان متذکرہ بالا دونوں کتابوں کے اسلوب سے بالکل جدا ہے ۔ اس میں قافیہ دار جملے بالکل نہیں ہیں اور عربی فارسی الفاظ کی کثرت ہے ۔

یہ کتاب گلستان (سعدی) کا ترجمہ ہے گلستان کے اور بھی ترجمے اردو زبان میں ہوئے ہیں ۔ اگرچہ یہ ترجمہ بہترین سمجھا جاتا ہے لیکن اس میں بھی افسوس نے فارسی کی اندھا دھند تقلید کی ہے ۔ حتیٰ کہ بعض جگہ فارسی کے الفاظ بعینہ محفوظ رکھے ہیں، صرف افعال اردو کے لکھدئے تاہم اس کا اسلوب گنجلکوں سے پاک ہے ۔

افسوس کی تحریر میں حیدری کی عبارتوں سے زیادہ عربی و فارسی کے الفاظ پائے جاتے ہیں ۔ نہ صرف ترجمۂ گلستان میں (جہاں فارسی الفاظ و مصطلحات کا بکثرت پایا جانا تعجب کی بات نہیں) بلکہ ان کے دیباچہ میں شیخ سعدیؒ کے احوال کے متعلق انھوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کی نثر میں بھی فارسی و عربی کا لفظی عنصر

Marfat.com

غالب ہے۔ حسب ذیل مثالوں سے اس کا ثبوت مل سکتا ہے۔

(۱) باپ نے کہا بیٹا فقط اس خیال باطل پر ناصحوں کی تربیت سے منھ پھیر لینا اور راہِ کج کو اختیار کرنا لائق نہیں۔ الغرض عالم معصوم کی خواہش میں علم کے فائدوں سے محروم رہنا مانند اس اندھے کے ہے جو ایک رات کیچڑ میں جا پڑا تھا۔ اور کہتا تھا اے مسلمانوں ایک چراغ میری راہ پر رکھدو۔ "باغ اردو" مطبوعہ فورٹ ولیم ص ۱۴۹۔

(۲) ایک بزرگ نے بے طینت صاحباں صفا کی پوچھے کہا۔ اُن سے ادنیٰ ان کا مقدم رکھتا ہے یاروں کے دل کی مراد کو اپنے مقصدوں پر اور حکیموں نے کہا ہے وہ بھائی کہ اپنے ہی بند وبست میں رہے نہ وہ بھائی ہے اپنا۔ ص ۱۸۲

(۳) مدت عمر میں اپنی چودہ مرتبہ مستفید بیت اللہ کا ہوا پھر جنگ و جہاد کے واسطے روم کی طرف گیا۔ اور ہندوستان میں جو مزار دہوابت خانہ سومنات میں جاکر ایک بڑے بت کو توڑا چنانچہ بوستان کے آٹھویں باب کے آخری حکایت میں یہ احوال بیان کیا ہے،، ص ۳۳۲

اسی سلسلہ میں اور ایک کتاب "ترجمہ اخلاق جلالی" ہے جو مولوی امانت اللہ کا کارنامہ ہے۔ شیر علی کی کتاب "باغ اردو" بھی اگرچہ فارسی کا ترجمہ ہے لیکن اس ترجمہ کے مقابلے میں وہ زیادہ صاف اور رواں معلوم ہوتا ہے۔ مولوی امانت اللہ کی اکثر عبارتیں گنجلک سے بھرپور ہیں۔

یہ ممکن ہے کہ "اخلاق جلالی" کا ترجمہ اتنا صاف نہیں ہو سکتا جتنا کہ گلستان کا ہوسکتا تھا۔ لیکن مولوی امانت اللہ نے اس کے آخر میں اپنے ترجمہ کے متعلق

Marfat.com

جو کچھ لکھا ہے اس کا مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ ان کی طرز تحریر اس قسم کی تھی "باغ و بہار" کی طرح جس طرح "باغ اردو" کے جملے چھوٹے چھوٹے ہیں۔ طوطا کہانی کی طرح "ترجمہ اخلاق" کی عبارتیں بہت زیادہ طویل نیز تعقید سے بھری ہوئی ہیں۔ اس کے ایک دو نمونے یہ ہیں۔

(۱) اور ہر ایک فن کے درمیان کسی محنت لایق کا جس سے حرارت غریزی کی تحریک اور حفاظت صحت مدد کی اور سستی اور ناتوانی کی نفی ہو عادی کریں اور جب کسی ہنر پر قادر ہو تو وجہ معیشت کے حاصل کرنے کے اس کو حکم کیا چاہئے اس لئے کہ جس وقت لذت اس کی پائے تو اس کی تکمیل کے واسطے زیادہ کوشش کرے اور اس ہنر کے دقایق میں نظر کر کے سبقت لے جائے اور اس کی مشقت سے بھی کسب جمیل کی جو خاصہ اشرافوں کا ہے عادی کرے اور اپنے باپ کی میراث کا تکیہ نہ کرے۔" ترجمہ اخلاق جلالی مطبع احمدی کلکتہ ص ۲۲۲

(۲) لیکن بہ مقتضائے اس کے کہ معانی اس کے اسرار حکمت پر مشتمل اور احکام مصلحت کو شامل تھے یہ تشبیہ اس خیال سے کہ شاید متناسب الاعضا اور عروس خود زیبا کو پرنیاں اور کیا دیبا ہر لباس میں سے وہ خوشنما اس کی زلف مطالب کی عقدہ کشائی ناخن فکر کو تیز کر کے عقل حکمت شناس کی مشاطگی سے آراستہ کیا۔ ص ۳۶۴

سب کے آخر میں ہم "تذکرہ گلشن ہند" کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جو اپنے مخصوص اسلوب بیان کے لحاظ سے اس دور کی کتابوں میں ممتاز ہے۔ اس کی زبان پاکیزہ ہے لیکن شروع سے آخر تک مقفیٰ۔ اس لحاظ سے یہ اس قبیل

Marfat.com

کی پہلی کتاب ہے۔ کیونکہ اب تک جو کچھ مقفیٰ عبارتیں لکھی جاتی تھیں اُن میں فارسی و عربی الفاظ اور ترکیبوں کی فراوانی ہوتی تھی اگرچہ اس میں بھی اس کی مثالیں شاذ نہیں ہیں تاہم مرزا علی لطف مترجم تذکرہ گلزار ابراہیم کا نقلی خزانہ پاکیزہ معلوم ہوتا ہے۔

(۱) ایک تذکرہ شعرائے ہند کا زبان ریختہ میں انھوں نے لکھا ہے۔ لیکن وہ بھی بہ سبب ان کی خود پسندی کے خالی خلل اور زلل سے نہ تھا ۱۱۹۵ھ میں اس سرائے فنا سے جادہ نورد منزل بقا کے ہوئے دیوان ان کا زبان ریختہ میں مرتب ہے یہ ان کے کلام کا منتخب ہے۔ گلشن ہند۔ ص ۱۲۱۔

(۲) ایک مثنوی "انھوں نے بنارس کی تعریف میں خوب لکھی ہے اور داد مضمون تراشی کی دی ہے۔ شاعر فصیح بیان ہے اور ناظم شیریں زبان۔ دیوان مختصر زبان ریختہ میں طبع زاد سے اس کے ہے اور گم شدگان راہ معنی کو بیشتر ہدایت اس کہن استاد سے ہے" ص ۱۸۰

فورٹ ولیم کالج کے کارناموں پر ایک سرسری نظر ڈالنے کے بعد ہم اس نتیجے تک پہنچتے ہیں کہ اس زمانہ میں اردو زبان سرعت کیساتھ روبہ ترقی تھی لیکن زمانہ کا مذاق ایسا بگڑا ہوا تھا کہ مقفیٰ اور مسجع کتابیں لکھنا پڑھنا باعث فخر سمجھا جاتا تھا۔ اس بد مذاقی کو دور کرنے کی پہلی کوشش فورٹ ولیم کی طرف سے ہوئی مگر ایک دم انقلاب کا پیدا ہو جانا ممکن تھا اسلئے ڈاکٹر گلکرسٹ کی سخت نگرانی اور رہبری کے باوجود بھی پر تکلف عبارتوں کا لکھنا بالکل موقوف نہ ہوسکا۔ درحقیقت یہ کام اس کے بعد کے زمانہ میں انجام پانے کا تھا۔

Marfat.com

(۵)

غدر اور اس کے قریبی زمانہ میں نثر کی حالت

گزشتہ دور کی کتابیں اگرچہ انگریزوں کی سرپرستی سے اور انہی کے لئے تیار ہوئی تھیں لیکن مذاق اور اسلوب بیان کے لحاظ سے وہ خالص ہندی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ عرصۂ دراز تک بے حد مشہور اور مقبول رہیں۔ انھوں نے اُردو نثر لکھنے کا ایک ایسا معیار متعین کر دیا کہ اس کے بعد پچاس سال تک نثر نویس اسی کی رہبری میں کام کرتے رہے۔

کلکتہ کی اس طرز روش کا اثر لکھنو پر بہت دیر سے پڑا۔ اس کے بعد وہاں جو کتابیں لکھی گئیں وہ بالکل پرانے رنگ کی ہیں۔ لکھنو والے اپنے نہج بیان کو بدلنے کی جگہ الٹا کلکتہ کے کارناموں کی ہنسی اڑاتے رہے۔ چنانچہ جب مرزا رجب علی بیگ سرور نے اسی زمانہ میں "فسانۂ عجائب" لکھی تو میرامن کے اسلوب بیان کا اس طرح مضحکہ اُڑایا۔

Marfat.com

اگرچہ اس ہیچمیز کو یہ یارا نہیں کہ دعویٰ اردو زبان پر لائے یا اس افسانہ کو بنظر نثاری کسی کو سنائے اگر شاہجہان آباد کہ مسکن اہل زبان کبھی بیت السلطنت ہندوستان تھا وہاں چندے بود و باش کرتا فصیحوں کو تلاش کرتا فصاحت کا دم بھرتا جیسا میر امن صاحب نے چار درویش کے قصے میں بکھیڑا کیا ہے کہ ہم لوگوں کے دین وحصے میں یہ زبان آئی ہے دلی کے روڑے ہیں کہ محاروں کے ہاتھ پاؤں توڑے ہیں۔ پتھر پڑے ایسی سمجھ پر کہ یہی خیال انسان کا خام ہوتا ہے۔ فسانۂ عجائب ص ۱ مطبوعہ نولکشور

صرف لکھنو ہی میں نہیں خود دلی والوں کا مذاق بھی پہلے یہی تھا۔ لیکن وہ کلکتہ کے اثر سے بہت جلد جادۂ اعتدال پر گامزن ہو گئے۔ غدر کے بعد مولانا غلام امام شہید نے ایک کتاب "انشائے بہار بے خزاں" لکھی۔ اگرچہ اس کا اسلوب بیان نہایت صاف اور سلیس ہے۔ لیکن اس میں انھوں نے انشا پردازی کے جو اصول اور نمونے پیش کئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یا ان کا ماحول کس مذاق کو پسند کرتا تھا۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

"اگر باغ اور مکان کی تعریف منظور ہو تو اس کے لکھنے کا طور یہ ہے۔

تاج گنج کے روضہ کی تعریف:۔ آج قلم کا دماغ پھولوں کی خوشبو سے معطر ہے کاغذ صفحۂ آنکھ کی سفیدی کی طرح سنور ہے نظر کا ڈورا رگ گل کے طور پر رنگیں ہے۔ نگاہ کا تار رشتۂ گلدستہ کی مانند بہاریں ہے۔ کس واسطے کہ مجھے ایک باغ اور مکان کی صفت لکھنی منظور ہے جس کا ہر چشم مردم میں نور ہے۔ اس کے صحن اور دالان میں خدا کی قدرت کا گل کھلا ہے

Marfat.com

چمن اور میدان صانع کی صنعت کا تماشا ہے۔ وہ کونسا مکان اور کیسا مکان جو شاہجہان ایسے بادشاہ عالیجاہ کا قیام گاہ ہے کون اور کیسا ایوان جو جناب عالیہ بادشاہ بیگم کا آرام گاہ ہے" (صفحہ ۷۰، مطبع جوہر ہند دہلی)

اسی زمانہ میں ایک مذہبی تحریک پیدا ہوئی تھی جس نے اُردو کے اسلوب بیان کی درستی میں بے حد مدد دی۔ اس کے بانی غیر مقلد مولوی سید احمدؒ تھے اکثر جگہ اور خاص طور پر مشرقی ممالک کا ایک عام قاعدہ ہے کہ ادبی مرقومات کا سب سے پہلا اور خاص موضوع مذہب ہوتا ہے چنانچہ سید احمدؒ کی تحریک پر تنقید اور بحث و مباحثہ کا ایک طوفان اٹھا اور اس کی وجہ سے اُردو نویسوں کے ہاتھ خیالات اور حالات کا ایک کثیر مواد آگیا۔

مولوی سید احمد صاحب کے پُرجوش شاگرد سید عبداللہ نے ان کی ایک فارسی تصنیف تنبیہ الغافلین کا اردو میں ترجمہ کیا۔ اور اسے ۱۸۳۰ء میں شائع کیا۔ حاجی اسمٰعیل شہید نے "تقویت الایمان" لکھی۔ اس کے بعد غیر مقلدوں کی طرف سے اور بہت سی کتابیں لکھی اور تصنیف کی گئیں جن میں "ترغیب جہاد" اور "ہدایت المومنین" قابل ذکر ہیں۔

اس دَور کے ختم کرنے سے قبل مرزا غالب کی خدمات کی داد دہی ضروری ہے۔ مرزا نے اگرچہ عمداً اردو کے اسلوب بیان کی طرف کوئی توجہ نہیں کی لیکن ضمنی طور پر "اُردوئے معلّیٰ" اور "عودِ ہندی" جیسا گراں بہا خزانہ جمع کر دیا۔ یہ وہ کتابیں ہیں جو تاریخ ارتقائے اسلوب بیان میں خاص طور پر اہمیت رکھتی ہیں۔

غالب ہر مضمون کو اسی اسلوب میں ادا کرتے ہیں جو اس کے لئے موزوں

Marfat.com

ہے۔ مثلاً خطوط میں وہ نہایت سادہ اور دلی کی روزمرہ کی زبان استعمال کرتے ہیں۔ یہاں روزمرہ سے مراد وہ زبان نہیں جو عام طور پر بازاری محاورات اور عورتوں کے الفاظ پر مشتمل ہے بلکہ وہ زبان جس سے دہلی کے شریف، مہذب اور تعلیم یافتہ طبقے آشنا تھے۔ جہاں انھوں نے خطوط میں سادگی اختیار کی ہے۔ تقریظوں اور دیباچوں وغیرہ کو قلم سنبھال کر لکھا ہے۔ لیکن ان کی موخرالذکر عبارتیں اس زمانہ کے عام مذاق کے موافق بالکل مقفیٰ اور مسجع ہیں۔

مرزا غالب اگرچہ اپنے ماحول کے اقتضا سے اس قسم کی تحریریں لکھنے کے لئے مجبور ہو جاتے تھے تاہم ان کی طبعی ظرافت نے ان کی طرزِ ادا کو چار چاند لگا دئے ہیں۔ وہ ظرافت کی موجوں سے مخاطب کے دامن کو سرور و انبساط سے بھر دیتے ہیں۔ اور ایک ذرا سی ترکیب لفظی یا ایک چھوٹے سے جملے میں وہ کہہ جاتے ہیں کہ آدمی گھنٹوں مزے لیتا رہے۔

یہ دورِ غالب پر ختم ہو جاتا ہے۔ یہی وہ درمیانی زمانہ ہے جس کے بعد اردو علم و ادب میں ایک زبردست انقلاب پیدا ہونے والا تھا اس زمانہ میں اردو نثر کی جو کتاب قابلِ وقعت سمجھی جاتی تھی وہ ضرور کسی نہ کسی کتاب کا ترجمہ ہوتی تھی کیوں کہ پہلے پہلے فارسی عربی اور ہندی کتابوں ہی کو ریختہ کا لباس پہنانا بہت بڑا کمال سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ آزاد اردو اور اس کے اسلوب بیان کے متعلق حسبِ ذیل خیال ظاہر کرتے ہیں۔

> زبان اُردو کے پاس جو کچھ سرمایہ ہے وہ شعرائے ہند کی کمائی ہے جنھوں نے فارسی کی بدولت اپنی دکان سجائی ہے۔ اس کی سرزمین کی ہوا بگڑی ہوئی

Marfat.com

ہے۔ جو کچھ ہے وہ اتنا ہی ہے کہ فارسی کے پروں سے اڑی لفاظی اور مبالغوں کے زور سے آسمان پر چڑھ گئی وہاں سے جو گری تو استعاروں کی تہہ میں ڈوب کر غائب ہو گئی۔ اس کی طبع آزمائی کا زور اب تک فقط چند مطالب میں محصور رہے۔ مضامین عاشقانہ گلگشت مستانہ نصیبوں کا رونا امیدِ موہوم پر خوش ہونا امرا کی ثنا خوانی جس پر خفا ہوئے اس کی خاک اڑانی۔ البتہ ان رنگوں میں اس نے لطافت اور نازک خیالی کو یہاں تک پہنچایا کہ حد سے گذار دیا.... فارسی میں صدہا نظم و نثر کی کتابیں ہیں جن کے خیالات باریکی اور تاریکی عبارت میں جگنو سے اڑتے نظر آتے ہیں لیکن کیا حاصل؟ اس انداز میں اصل ماجرا ادا کرنا چاہو تو ممکن نہیں ایسی ماں کا دودھ پی کر اردو نے پرورش پائی تو اس کا کیا حال ہوگا"

(۶)

سرسیّد کی کوششوں کا اثر

اُردو نثر میں ایک زبردست انقلاب ۱۸۳۲ء سے شروع ہوا اسی سال فارسی کی بجائے اردو سرکار اور عدالتوں کی زبان قرار پائی تھی ضروری تھا کہ حکومت کی وہ تمام اصطلاحیں جو پہلے بالعموم فارسی میں اور بعض جگہ انگریزی زبان میں مستعمل تھیں اب اُردو میں منتقل کردی جاتیں۔ یہی وہ زمانہ ہے جب کہ اُردو میں قانون سے متعلق نئے نئے الفاظ اور اصطلاحیں خود بخود پیدا ہوئیں۔ اور سکہ کی طرح بے دھڑک رائج ہوگئیں۔ ہم نے اس امر کا پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ اہل زبان کی ذہنیت جس طرف راغب ہوگی۔ اسی کے مناسب ان کی زبان بھی ہو جائے گی چنانچہ اس وقت ایسے صدہا قانونی الفاظ بن گئے جو آج عام طور پر بولے اور سمجھے جاتے ہیں خود لفظ قانون غالباً اسی زمانہ کی اختراع ہے۔ اس کے علاوہ مستغیث، مدعی، سمن، ازالۂ عرفی۔ اور اس قبیل کے اکثر

Marfat.com

الفاظ اسی دور کی پیداوار معلوم ہوتے ہیں۔

اسی زمانہ میں سرکاری مدارس کے لئے اُردو کی ایسی کتابیں (جن میں اکثر ترجمے شامل تھے) تیار کرائی گئیں جن کے موضوع مغربی طرز کے تھے ان کی وجہ سے بھی اُردو کے لفظی خزانہ میں خاص طور پر اضافہ ہونا شروع ہوا اور اسلوب بیان میں تکلف اور تعقید کی جگہ بے ساختگی اور سادگی پیدا ہوتی گئی۔ اسی سلسلہ میں نثر اردو کی ترقی سے متعلق ایک اہم کام عمل میں آیا اور وہ اخباروں کی آزادی تھی۔

ہندوستان میں لوہے کا چھاپہ خانہ[1] سب سے پہلے اٹھارویں صدی کے اواخر اور انیسویں کے شروع میں فورٹ ولیم کالج کی طرف سے روشناس کرایا گیا تھا جس کے ذریعہ سے سب سے پہلے وہ کتابیں شایع ہوئیں جن کو عہد دارانِ فورٹ ولیم کی ایما سے متفرق ہندوستانی علمار نے تصنیف و تالیف کیا تھا۔ لیکن لوہے کے حروف میں ایک تو مصارف زیادہ ہوتے تھے دوسرے وہ فارسی کے سڈول اور بانکے رسم الخط کی دلکشی نہیں پیدا کر سکتے تھے۔ اس لئے ۱۸۳۷ء میں لیتھوگرافی (پتھر کا چھاپہ) کا رواج ہوا جس کا پہلا مطبع دہلی میں قائم ہوا۔ اور اس وقت سے آج تک ہندوستان کے متعدد شہروں میں اس قسم کے ہزار ہا چھاپے خانے کام کر رہے ہیں، گو اس وقت علم و ادب کی تصنیف و تالیف کی اشاعت اور ترقی کو اس سے بڑی تقویت ہوئی لیکن بعد میں لیتھوگرافی کے متفرق نقائص نمایاں ہوتے گئے اور اب اُن کی یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ جگہ جگہ لیتھو کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی جا رہی ہے اور لوہے کے

[1] یہاں چند جملے روحِ تنقید سے ماخوذ ہیں۔

Marfat.com

حروف کی طرف عود کرنا پڑ رہا ہے۔ مگر اس میں بھی رسم الخط کی مغائرت کے باعث بے حد دقتیں نمایاں ہیں چنانچہ انہیں کو مدنظر رکھ کر دارالطبع سرکار عالی حیدرآباد نے اُردو کے عام رسم الخط کے موافق ٹو ہے کے حروف تیار کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ جس کی کامیابی کے ساتھ اردو کے مستقبل کے متعلق بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔

اخباروں کو آزادی ملی تھی کہ دہلی سے جہاں کئی مطابع قایم ہو چکے تھے، اخبار نکلنے لگے، جن کے جاری کرنے میں آزاد کے والد اور سرسید کے بڑے بھائی نے نمایاں حصہ لیا اُردو اخبار اور "سید الاخبار" اردو کے سب سے پہلے اخبار ہیں، موخر الذکر میں سرسید نے بھی مضامین لکھے تھے اور اس خوش بختی کا سہرا انہی کے سر ہے کہ انھوں نے سب سے پہلے ان اخباروں میں سادہ عبارتیں لکھنی شروع کیں۔ اگر سرسید یہ روش اختیار نہ کرتے تو یہ کوئی ضروری نہیں کہ اس وقت اُردو میں سادہ نگاری کی ابتدا ہی نہ ہوتی، زمانہ اور ماحول کا اقتضا ہی یہ تھا کہ اردو زبان میں انقلاب پیدا ہو جائے۔ جہاں انگریزی اثر نے ہندوستانیوں کی ذہنیت میں تبدیلی کر دی تھی لازمی تھا کہ ان کی زبان پر بھی اثر پڑتا اور اس اثر کا سب سے پہلا ذریعہ اخبارات ہیں۔

سرسید خوش قسمت ہیں کہ اپنی پیش بینی کے باعث وہ حقیقت حال سے بہت جلد واقف ہو گئے، لیکن یا تو ماحول سے مجبور ہو کر یا یہ جان کر کہ اس قسم کی بیگانہ روی پیش از وقت ہو گی وہ خود پہلے پہلے اپنی اس جدید طرز کو شبہ کی نظر سے دیکھتے تھے اور اسی لئے انھوں نے اپنی وہ مشہور کتاب جس کا

Marfat.com

نام "آثار الصنادید" ہے اور جس میں دہلی اور وہاں کے کھنڈروں کے [illegible] عمدہ حالات لکھے ہیں، پہلے اپنے قلم سے نہیں لکھی بلکہ مولانا امام بخش صہبائی سے لکھوائی جو اس زمانہ کے مشہور فارسی داں تھے اور اردو میں مقفّی [illegible] عبارتیں لکھا کرتے تھے لیکن اس کے بعد ہی ایک زمانہ وہ بھی آتا ہے کہ [illegible] "آثار الصنادید" کو اسی سادہ طرز میں جس کے وہ ہمیشہ سے عادی تھے [illegible] ہی قلم سے لکھتے ہیں، یہ کتاب ابتداءً ۱۸۴۷ء میں چھپی تھی۔

اگرچہ اس وقت تک مغربی طرز کے مضامین لکھنے کا شوق پیدا [illegible] لیکن ۱۸۵۷ء تک اردو کی تحریروں میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں [illegible] ۱۸۶۳ء میں سر سید نے "غازی پور سائنٹفک سوسائٹی" قائم کی [illegible] ہر قسم کی علمی کتابوں کو مغربی زبانوں سے اردو میں منتقل کرنا [illegible] جب سر سید کی تبدیلی علی گڈھ ہوئی تو سوسائٹی کا دفتر بھی یہیں آ گیا [illegible] اس نے بہت سی کتابیں ترجمہ کر کے شائع کیں سر سید نے [illegible] نکالنا شروع کیا جو "سائنٹفک سوسائٹی" کا ترجمان خیال کیا جاتا تھا [illegible] "علی گڈھ مسلم یونیورسٹی گزٹ" کہلاتا ہے [illegible] میں سر سید نے [illegible] کیا جو اردو ادبیات میں ہمیشہ ان کے نام کو زندہ رکھنے کا [illegible] تہذیب الاخلاق کی اشاعت تھی یہ وہ رسالہ ہے جس نے ہندوستان [illegible] علوم و فنون کو اپنی غیر معمولی عیسیٰ نفسی سے برتا دیا اور جس میں اردو [illegible] خمسہ" کی نشو و نما ہوئی۔

تہذیب الاخلاق کا جاری ہونا اردو نثر اور اس کے اسالیب بیان کی

ترقی کے سمند کے لئے ایک تازیانہ تھا، پہلے پرچہ کی تمہید کی چند سطریں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں تاکہ سرسید کی قدیم ترین عبارت اور اس کے اسلوب بیان پر روشنی پڑ سکے۔

اس پرچہ کے اجراء سے مقصد یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو کامل درجہ کی سویلیزیشن یعنی تہذیب اختیار کرنے پر راغب کیا جائے تاکہ جس حقارت سے سویلیزڈ یعنی مہذب قومیں ان کو دیکھتی ہیں وہ رفع ہوے اور وہ بھی دنیا میں معزز و مہذب قومیں کہلاویں۔ سویلیزیشن انگریزی لفظ ہے جس کا تہذیب ہم نے ترجمہ کیا ہے مگر اس کے معنی نہایت وسیع ہیں اس سے مراد ہے انسان کے تمام افعال ارادی، اخلاق اور معاملات اور معاشرت و تمدن اور طریقہ تمدن اور صرف اوقات اور علوم اور ہر قسم کے فنون و ہنر کو اعلیٰ درجہ کی عمدگی پر پہنچانا اور ان کو نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے برتنا جس سے اصلی خوشی اور جسمانی خوبی ہوتی ہے اور تمکن و وقار اور قدر و منزلت حاصل کی جاتی ہے اور وحشیانہ پن اور انسانیت میں تمیز نظر آتی ہے۔

"تہذیب الاخلاق" کا ظاہرا اور فوری اثر اگرچہ مذہبی طبقہ پر پڑتا ہوا دکھائی دیا۔ لیکن دراصل اُردو زبان اور ادب کی خدمت و اصلاح اس کا وہ زبردست عنصر ہے جو اس کی ہر تحریر میں مضمر تھا۔ اور جو اُس وقت تک باقی رہے گا جب تک کہ خود اردو زبان دنیا میں باقی رہے گی، سرسید کے دوستوں اور طرفداروں کے کارناموں کے علاوہ اُن کے مخالفوں اور بدخواہوں نے بھی

Marfat.com

نادانستہ طور پر اسی رسالہ (تہذیب الاخلاق) کی تقلید میں کئی پرچے اس کے جواب میں لکھے اور لطف یہ کہ ان میں اسی قسم کی زبان استعمال کی گئی۔ جیسی کہ تہذیب الاخلاق میں سرسید نے استعمال کی تھی اس طرح اُردو انشاپرداز غیرارادی طور پر سادہ نگاری کی طرف مائل ہو گئے اور انہیں محسوس بھی نہیں ہوا کہ ہم اپنی قدیم ڈگر سے ہٹ کر چل رہے ہیں چنانچہ چند ہی سال کے عرصہ میں اردو زبان میں سادہ اور بے تکلف نثر کا اتنا ذخیرہ اور نثر نگاروں کی اس قدر فراوانی ہو گئی کہ اگر اس کے متعلق باضابطہ طور پر تعلیم دی جاتی یا اہل ملک کو اس طرف بار بار متوجہ کرایا جاتا تو نصف صدی سے کم میں اس قدر کامیابی قطعی ناممکن تھی سرسید کی یہ غیرمعمولی فتحمندی ایک معجزہ سے کم حیثیت نہیں رکھتی!!

تہذیب الاخلاق پہلی مرتبہ جاری ہونے کے بعد سات سال تک نکلتا رہا۔ اس کے بعد بند ہو گیا۔ یہ ہفت سالہ تہذیب الاخلاق کہلاتا ہے اس میں دو سو چھبیس مضامین لکھے گئے تھے۔ جن میں سے ایک سو بارہ سرسید ہی کے تھے۔ تین سال کے بعد یہ رسالہ دوسری دفعہ جاری اور دو برس پانچ مہینہ تک شایع ہوتا رہا۔ بارہ برس کے بعد یہ تیسری دفعہ جاری ہوا اور تین برس تک نکلتا رہا۔ "تہذیب الاخلاق" کے پہلے پرچہ کی عبارت کا نمونہ اوپر پیش کیا گیا تھا۔ یہاں اس کے تین سال بعد کی عبارت پیش کی جاتی ہے۔ جس کے ذریعہ سے اس عرصہ میں اردو کے اسلوب بیان میں جو تغیر ہوا اس کا کچھ اندازہ (اگرچہ ایک ہی عبارت کے ذریعہ کافی طور پر ہونا ناممکن ہے) قایم کیا جا سکتا ہے۔

الحمد للہ کہ سنہ ۹۰ نوے پورا ہوا اور سنہ ۹۱ اکیانوے شروع ہو گیا ہمارے

Marfat.com

اس پرچہ کو جاری ہوئے سوا تین برس ہو گئے۔ پچھلا سال بھی خندۂ گل و نالۂ بلبل سے خالی نہیں گیا۔ ہمارے آہ و نالہ نے بدستور غلغلہ رکھا اور ہمارے ناصحانِ شفیق کا بھی شور و شغف کم نہ ہوا۔

حسن شہرت عشق رسوائی تقاضا میکند ؛ جرم معشوق و گناہ عاشق بیچارہ نیست

ناصحانِ شفیق نے ہم کو کبھی کچھ کہا اور کبھی کچھ آخر کار ہم کو کافر و ملحد ٹھہرا ہی دیا۔ دور و نزدیک کے مولوی صاحبوں سے کفر کے فتووں پر مہریں چھپوا ہی منگوائیں اور ہمارے اوپر ہمارے ناصح شفیق جناب مولوی حاجی سید امداد علی صاحب نے ایک رسالہ چھاپ ہی دیا اور "امداد الآفاق" اس کا نام رکھا بھلا اور کچھ ہوا یا نہ ہوا بیچارے غریب چھاپہ والے کو تو فائدہ ہو گیا اسی سال میں ہماری تحریرات کی تردید میں مولانا علی بخش خان صاحب بہادر نے (جو امید ہے کہ اب تک حاجی بھی ہو گئے ہوں گے۔ اور انشاءاللہ تعالیٰ آیندہ سے ان کو بھی حاجی لکھا کریں گے) دو رسالے تحریر فرمائے جن میں سے ایک کا نام شہاب ثاقب اور دوسرے کا نام تائید الاسلام اخباروں میں نور الانوار اپنا نور عالم میں برساتا ہی تھا مگر اس سے ایک اور پرچہ اُن کے گھر کا اُجالا المسمیٰ بنور الآفاق لامع ظلمۃ النفاق پیدا ہوا ہے۔ جو بہت ہی دلچسپ ہے اور ہمارے اس پرچہ تہذیب الاخلاق کے جواب میں نکلا ہے، اس کے مضامین ظاہرا تو جناب حاجی مولوی سید امداد علی صاحب بہادر کے طبع زاد معلوم ہوتے ہیں۔ مگر بعض لوگ ان مضامین کو لے پالک بتاتے ہیں بہر حال ہم کو اس سے کیا کہ وہ میاں نظیر کے ہیں یا میاں بشیر

Marfat.com

کے ہیں کسی کے ہوں مگر دلچسپ ہیں، خدا ان کی عمر دراز کرے"۔

سرسید کے مضامین مذہبی، تمدنی اور تعلیمی ترقیوں کے ہر شعبہ پر حاوی ہیں۔ وہ زبردست مصلح ہونے کے علاوہ ایک مستقل مصنف کی حیثیت بھی رکھتے تھے ان کی تفسیر قرآن مجید اور "خطبات" نہایت معرکۃ الآرا کارنامے ہیں ان کی اردو نثر جدید خیالات کی اشاعت کا ایک زبردست آلہ تھی۔ اس سے انھوں نے اس وقت کام لیا جب کہ اردو زبان میں صحیح معنوں میں کوئی نثر موجود نہ تھی اور اسے اس طرح نبھایا کہ اس کی نظیر ملنی دشوار ہے وہ تصنع اور الفاظ کی تراش خراش سے نفرت رکھتے تھے ان غلط لفظوں کو جو عام فہم ہوں اور خاص و عام کی زبان پر جاری ہوں صحیح الفاظ پر ترجیح دیتے تھے۔ اس کے علاوہ دلی کی بول چال پر بھی قانع نہ تھے۔ وہ الفاظ اور قواعد کا محکوم رہنا پسند نہ کرتے تھے ....

.... بلکہ الفاظ و قواعد کو اپنے جذبات و خیالات کا محکوم رکھتے تشبیہوں اور استعاروں سے زیادہ کام نہیں لیتے تھے۔ اور جو تشبیہیں استعارے اور تلمیحیں ان کی عبارتوں میں ہیں سب برمحل و بے ساختہ ہیں۔ وہ اکثر دفعہ واقعات کی عریاں تصویریں کھینچا کرتے تھے اور سب سے زیادہ کمال یہ تھا کہ مختلف مضامین علمی، مذہبی، اخلاقی، سیاسی، قانونی، ظریفانہ وغیرہ ہر ایک کو اسی پیرایہ میں لکھتے تھے جو اس کے لئے مناسب ہوتا حالانکہ بہت سے انشا پرداز ایسے ہیں جن پر کوئی خاص رنگ چھا جاتا ہے اور وہ ہر مضمون کو اسی خاص رنگ میں ڈھالنا چاہتے ہیں۔

یہ صرف سرسید ہی کی کوششیں ہیں جنھوں نے اردو اخباروں اور رسالوں کے

Marfat.com

اسالیب بیان کا رخ بدل دیا اور لکھنے والوں کی زبان میں روانی آزادی اور سادگی پیدا کردی۔

نامناسب نہ ہوتا اگر ہم یہاں سرسید احمد خاں کے ادبی معاون وحیدالدین سلیم کی نثری خدمات کا ذکر نہ کر دیتے۔ یہی وہ ہستی ہے جو نذیر احمد کے خیال کے موافق) حقیقی معنوں میں سرسید کی ادبی جانشیں قرار دیجا سکتی ہے۔ سلیم نے مرتے دم تک جس وفاداری کے ساتھ سرسید کے خیالات کے مطابق اُردو اور اس کے اسلوب بیان کی ترقی و اصلاح کی کوشش کی وہ ہر طرح قابل ستائش ہے۔ حالی اور سلیم صرف یہی دو انشا پرداز ایسے ہیں جنھوں نے سرسید کی اصلی اسپرٹ اور زمانہ کے اقتضا سے واقف ہوکر اردو نثر نگاری کی طرف توجہ کی چونکہ وحیدالدین سلیم کی کوشش دور ہفتم کی نثر میں خاص طور پر اہمیت رکھتی ہیں اس لئے ہم ان کا ذکر وہیں تفصیل کے ساتھ پیش کریں گے۔

اس موقع پر منشی ذکاءاللہ دہلوی کی ان تھک کوششوں کی داد نہ دینا خون انصاف اور احسان فراموشی ہوگی اگرچہ ادبی حیثیت سے انہیں کوئی اہمیت حاصل نہیں ہوئی لیکن اردو کے اسالیب بیان کی بحث میں ان کی نثر کا تذکرہ لازمی ہے، تاریخ جغرافیہ اور ریاضیات کے متفرق اور وسیع المباحث فنون کو ذکاءاللہ دہلوی نے جس خوبی کے ساتھ فصیح اور معنی خیز اردو میں پیش کیا وہ خود لایق ستایش ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے اکثر کارنامے ترجمے ہیں مگر انھوں نے ان میں بھی زبان اس قدر صاف استعمال کی ہے کہ وہ بالکل اچھی یعنی اُریجنل معلوم ہوتے ہیں۔

Marfat.com

منشی صاحب کی عبارتوں میں اُس جوش اور پروازِ تخیل کا بعض جگہ فقدان ہے جو اعلیٰ انشا پردازی کے لوازمات ہیں، وہ اپنی تحریروں میں اوپر اڑنے کی بجائے ہمیشہ نیچے ہی نیچے بیٹھے چلے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ان کا میدانِ عمل نہایت سنجیدہ تھا، ان کے موضوع حقیقت اور قطعیت کے مقتضی تھے، تاہم ان کی نثری فتوحات اس قابل ہیں کہ انہیں اردو کے بہترین کارناموں میں شامل کیا جا سکے ان کی طرزِ تحریر کا ایک نمونہ حسبِ ذیل ہے۔

"ہماری باتیں ہی ہمارے دل کی ترجمان ہیں، صرف انہی کے ذریعہ سے ہم خیالات کو دوسرے تک پہنچا سکتے ہیں۔ اپنے ارادوں اور نیتوں کو ظاہر کر سکتے ہیں پس جب وہی جھوٹے ہوں تو گویا ہم اپنے بنی نوع کو فریب دیتے ہیں اور ان سے اپنے تعلقات کے رشتوں کو توڑتے ہیں اپنی تمام خط و کتابت کا گورنمنٹ کے کاموں کی ذمہ داری کا اعتبار کھوتے ہیں۔ ہم سے تو وہ وحشی قومیں اچھی ہیں کہ جب وہ جھوٹ بولتے ہیں یا جھوٹی باتیں سنتے ہیں تو اپنی زبان اور کان کا خون کفارہ میں بتوں پر چڑھا دیتے ہیں۔ اور جھوٹ سے توبہ کرتے ہیں۔ مگر یہاں تو جیسے آہن گر لوہے کو زرگر سونے کو گھڑ گھڑ کر کچھ سے کچھ بنا دیتا ہے اسی طرح ہم باتونی باتوں کا بتنگڑ بنا کے کچھ سے کچھ کر دیتے ہیں۔"

محمد حسین آزاد سب سے پہلے ادیب ہیں جنھیں اردو کے اسلوب کی طرف خاص طور توجہ کرنی پڑی اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اردو کے بہت بڑے محسن ہیں اور انھوں نے اس میں ایک نئے طرزِ بیان کا اضافہ کیا۔ لیکن ان کا اسلوب

Marfat.com

علمی دنیا میں کامیاب ثابت نہیں ہوا اردو کی قدیم طرز انشا پردازی کی جو نوعیت انھوں نے اپنی اس تحریر میں پیش کی ہے جو اسی کتاب میں پانچویں دور کے تذکرہ کے آخر میں پیش کی گئی ہے وہی تمام و کمال خود ان کی اکثر تحریروں پر صادق آتی ہے، فرق یہ ہے کہ پرانی تحریریں بالکل مقفیٰ اور مسجع ہوا کرتی تھیں۔ اور آزاد کی اکثر عبارتیں قافیہ و ردیف سے معریٰ ہیں۔ مگر رنگینی لفاظی اور مبالغوں کے زور میں ان سے کم نہیں۔

یہ واقعہ تھا کہ انھوں نے اظہار خیالات کا جو طریقہ ایجاد کیا وہ عام پسند ضرور تھا لیکن اس کی تقلید ناممکن تھی۔ ان کے پوتے طاہر نے اس کی نقل اڑانے کی کوشش ضرور کی تھی مگر صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ آزاد کا منھ چڑھا رہے ہیں۔ اسی طرح خواجہ حسن نظامی نے بھی غالباً آزاد کے رنگ میں لکھنا شروع کیا تھا۔ لیکن ان کی خداد طبیعت کی خاص افتاد نے انہیں ایک نئے راستہ پر ڈال دیا جو آزاد سے قابل قدر اور شاندار ہے۔

آزاد ایک ایسے انشا پرداز ہیں جن کی عبارتیں قدیم و جدید دونوں اسالیب بیان کی جامع ہیں، وہ جہاں سادگی اور بے ساختگی پیدا کرنی چاہتے ہیں، وہیں تکلف اور شوخی بھی دکھا دیتے ہیں۔ انھوں نے جہاں عربی فارسی اور ہندی (جن میں سے موخر الذکر کی طرف ان کا میلان زیادہ معلوم ہوتا ہے) کے نامانوس الفاظ بھی جی کھول کر استعمال کئے ہیں۔ انگریزی سے بھی بے تکلف فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً ان کی تصنیفات میں اس قبیل کے کئی انگریزی الفاظ جا بجا نظر آتے ہیں گارڈ، الکٹسی، انگلینڈ،

Marfat.com

فوٹوگراف، سوسائٹی، گورنمنٹ ڈکشنریاں سیولیزیشن، گریمر، لکچر، وغیرہ۔

وہ اگرچہ بہت سوچ سمجھ کر قلم اٹھاتے تھے اور لکھنے کے بعد دوبارہ سہ بارہ کاٹ چھانٹ بھی کر لیا کرتے تھے۔ تاہم ان کا اسلوب بیان خیالی ہے اور خیالی معانی پر حاوی ہے، وہ ٹھوس باتیں بھی مذاقیہ اور رنگین جملوں میں بیان کرتے تھے جس کی وجہ سے پڑھنے والا گو زبان کے چٹخارے لے لے کر پڑھتا ہے مگر اس پر کتاب کی علمیت اور مصنف کی صداقت کا کوئی اثر نہیں بیٹھتا مثلاً ایک جگہ شاعری کے متعلق اظہار خیال کرتے ہیں۔

"صنعت گاہ عالم میں نظم ایک عجیب صنعت صانع الٰہی سے ہے۔ اسے دیکھ کر عقل حیران ہوتی ہے کہ اول ایک مضمون کو ایک سطر میں لکھتے ہیں اور نثر میں پڑھتے ہیں پھر اسی مضمون کو فقط لفظوں کے پس و پیش کے ساتھ لکھ دیتے ہیں تو کچھ اور ہی عالم ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس سے وہ چند تفریحیں پیدا ہو جاتی ہیں۔"

ایک موقع پر جنگ کی تیاریوں کی تصویر کھینچتے ہیں لیکن یہاں بھی سنجیدگی اور غور و فکر کو رنگینی اور تصنع کے دامن میں محو کر دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

خلوت کے چمن میں حکم ہوا کہ شورت کی بلبلیں آئیں کہ ہنگامہ کے لئے کیا صلاح ہے بعض کا زمزمہ ہوا کہ برسات میں ملک مقبوضہ کا بندوبست ہو جاڑے کی آمد میں ہنگامہ پر خونریزی سے گلزار کا خاک ڈالا جائے بعض نے نغمہ سرائی کی کہ غنیم کو دم نہ لینے دو اڑ جائیں اور جھڑی کناری ہو جائے کہ یہی بہار ہے فتح کے گلچین اور سلطنت کے باغبان نے کہا کہ ہاں یہی ہانک سچ ہے"

Marfat.com

آزاد دنیا میں خوشگوئی کے لئے پیدا کئے گئے تھے وہ جہاں کسی شخص کی برائی بھی بیان کریں گے تو اس قدر حسن عقیدت اور شگفتگی سے بیان کریں گے کہ پڑھنے والا بجائے اس شخص سے متنفر ہونے کے اس کے ساتھ ہمدردی کرنے لگتا ہے۔ ان کی شخصیت انگلستان کے مشہور انشاپرداز کارلائل کی طرح ان کے اسلوب بیان میں جابجا اپنی جھلکیں دکھاتی رہتی ہے۔ وہ دہلی اور اہل دہلی کی حالتوں سے سخت متاثر ہوئے تھے، اور یہ نقوش تاثر موقع بہ موقع ان کی کتابوں میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں، کبھی وہ کسی کو یاد کر کے چلا اٹھتے ہیں کبھی اس قدر جوش میں آجاتے ہیں کہ پڑھنے والا ڈرنے لگتا ہے اور کبھی کچھ ایسی دردانگیز آہ کھینچتے ہیں کہ ساری محفل پر سکوت چھاجاتا ہے، اور جہاں کہیں کوئی خوشی کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔ وہ ناچنے کودنے لگتے ہیں، حالی نے یہ دو شعر گویا آزاد ہی کے لئے لکھے تھے۔

ناصح مشفق ہیں یاروں کے نہ مصلح اور مشیر درد منداُن کے نہ اُن کے درد کے درماں ہیں ہم
پھوٹ پڑتے ہیں تماشا اس چمن کا دیکھ کر نالۂ بے اختیار بلبل نالاں ہیں ہم

سید الطاف حسین حالی پانی پتی بھی آزاد کی طرح اپنے ماحول سے متاثر ہوئے تھے، ۱۸۵۷ء کے قیامت خیز واقعہ نے ان پر بھی اثر کیا تھا۔ لیکن وہ نہایت سنجیدہ انسان تھے ان کی متانت مقتضی تھی کہ محفل میں بیٹھ کر واہ واکہنا تو کجا آہ بھی نہیں کھینچنا چاہئے جس قدر آزاد کی شخصیت ان کی تحریروں میں پھٹی پڑتی ہے۔ اتنی ہی حالی کی طبیعت چھپی رہتی ہے وہ کبھی ظاہر ہونا نہیں چاہتے۔ مگر باوجود اس کے بعض موقعوں پر ظاہر ہوئے بغیر رہ بھی نہیں سکتے۔ اس بارہ میں

Marfat.com

وہ اردو کے لارڈ مکالے ہیں۔ کیونکہ جس طرح آزاد کارلائل کی طرح ہر وقت اپنے جوش و جذبات سے مجبور ہو کر ظاہر ہوتے رہتے ہیں حالی بھی مکالے کی طرح سنجیدگی اور خودداری قایم رکھنے کا التزام کرتے ہیں اور جس طرح مکالے کی تحریروں میں اس کے ذاتی معتقدات و میلانات کی جھلک نمودار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ حالی کی عبارتیں بھی کہیں نہ کہیں اپنے مصنف کی قلبی واردات اور ذہنی کیفیتوں کا پتہ دے جاتی ہیں۔

سرسید کی طرح حالی ہر مضمون کو اس کے مناسب اسلوب بیان میں ادا کرتے تھے۔ وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے سائنٹفک بحثوں کو اُردو نثر میں کامیابی کے ساتھ ادا کیا، وہ جس موضوع پر بھی لکھیں گے بالعموم بے تکلف ہو کر نہایت سادگی سے لکھیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ظاہر بینوں کو ان کی عبارتیں ان کے اشعار کی طرح پھیکی اور ادبی معیار سے گری ہوئی نظر آتی ہیں۔ مثلاً ایک جگہ شعر کی تاثیر کے متعلق لکھتے ہیں۔

> شعر کی تاثیر کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ سامعین کو اکثر اس سے حزن یا نشاط یا جوش یا افسردگی کم یا زیادہ ضرور پیدا ہوتی ہے۔ اور اس سے ضرور اندازہ ہو سکتا ہے کہ اگر اس سے کچھ کام لیا جائے تو وہ کہاں تک فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ بھاپ سے جو حیرت انگیز کرشمے اب ظاہر ہوئے ہیں، ان کا سراغ اول اول خفیف حرکت میں ملتا تھا جو اکثر ہانڈی پر ڈھکنی کو بھاپ کے زور سے ہوا کرتی ہے۔ اس وقت کون جانتا تھا کہ اس ناچیز گیس میں ہزار لشکروں اور زخار دریاؤں کی طاقت چھپی ہے۔

مقدمہ شعر و شاعری الناظر پریس ص ۳

Marfat.com

اس میں کوئی شک نہیں کہ تصنع اور آورد کا خیال نہ ہونے کے باعث، نیز علمی، تحقیقی اور تنقیدی مضامین پر بحث کرتے وقت منشی ذکاء اللہ کی عبارتوں کی طرح ان کی اکثر تحریروں میں بھی یکسانیت اور سادگی پائی جاتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کے اسلوب بیان میں جگہ جگہ غیر ارادی طور پر دلکشیاں نمایاں ہو جاتی ہیں۔ جو ان کے اعلیٰ انشا پرداز ہونے کا کافی ثبوت ہیں۔ زبان سے مخاطب ہو کر انھوں نے جو مضمون لکھا ہے کیا وہ ایک ادبی شہ کار نہیں کہلایا جا سکتا اور کیا حسب ذیل نمونے ان کے اسلوب بیان کی خوبی کو پیش نظر نہیں کر دیتے؟

> جب آفتاب عمر نے پلٹا کھایا اور دن ڈھلنا شروع ہوا وہ تمامی سیمیائی جلوے جو خواب غفلت میں حقایق سے زیادہ دلفریب نظر آتے تھے رفتہ رفتہ کافور ہونے لگے، غزل و تشبیب کی اُمنگ انفعال کے ساتھ بدل گئی اور جس شاعری پر ناز تھا اس سے شرم آنے لگی، ہر چند سمجھایا گیا کہ غزل کہنے کے دن اب آئے ہیں مگر یہی جواب دیا گیا کہ غزل کہنے کے دن اب گئے.... جو لوگ عاشقانہ گوئی کے چٹخارے سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ خون جہاں مُنہ کو لگا پھر ذرا مشکل سے چھٹتا ہے۔ مگر زمانہ کی ضرورتوں نے یہ سبق پڑھایا کہ دلفریب مگر نکمی باتوں پر آفریں سننے سے دلکش مگر کام کی باتوں پر نفریں سننی بہتر ہے اور حاکم وقت نے حکم دیا کہ پروانہ و بلبل کی قسمت کو تو بہت رو چکے کبھی اپنے حال پر بھی دو آنسو بہانے ضرور ہیں۔
>
> دیباچہ دیوان حالی ص۶

مولانا حالی بھی ہندی عربی اور فارسی نیز انگریزی کے موٹے موٹے الفاظ

Marfat.com

اپنی تحریروں میں بے دھڑک استعمال کرتے ہیں۔ لیکن نذیر احمد آزاد کی طرح ان کی اکثر عبارتیں نامانوس اور بھونڈے الفاظ سے مملو نہیں ہیں وہ اس خیال کے زبردست حامی تھے کہ اُردو کو ہندوستان کی عام زبان کے لئے ضروری ہے کہ اس میں متفرق زبانوں کے الفاظ اور ترکیبیں فیاضی کے ساتھ استعمال کی جائیں اور اس خیال پر وہ اس حد تک کاربند ہو گئے تھے کہ بعض بعض مقامات پر انگریزی کے ایسے ایسے نامانوس الفاظ بھی استعمال کر دئے ہیں جن کا مفہوم اردو الفاظ کے ذریعہ سے آسانی کے ساتھ ادا کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً

اَنلی ایٹ ۔ کرائچونمیں ۔ ہیجے نشن ۔ کرسچیانٹی ۔ اورنٹل ۔ بیوگرفی لیڈنگ اڈکل ۔ سویلیزیشن ۔ ریمارکس ۔ لٹریری پانٹ ۔ سرکل ۔ لائف۔

حافظ نذیر احمد عربی ادب میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ لیکن ان کے اسلوب بیان میں کوئی گہرائی نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ فطرت کی طرف سے ناول نگاری کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ حالانکہ انھوں نے متفرق موضوعوں پر قلم اٹھانا چاہا لیکن تنقیدی اور فلسفیانہ خیالات کے استاد تھے اور اسی کے ذریعہ سے انھوں نے ادبی کامیابی اور شہرت حاصل کی مگر یہ زبان سوائے افسانوں کے کسی اور جگہ انہیں کام نہ دے سکی، اگرچہ وہ ہر جگہ اس کو نبھانا چاہتے تھے۔

نذیر احمد اکثر دفعہ خیالات کی رو کے ساتھ اس طرح بہہ جاتے ہیں کہ دامن ادب ان کے ہاتھ سے چھوٹ پڑتا ہے۔ اور یہی نقص ہے جس کی بنا پر نہ صرف ادبیت کا فقدان ہو جاتا ہے بلکہ عالمانہ شان بھی ہاتھ سے جاتی رہتی ہے۔

Marfat.com

وہ اگرچہ جید عالم تھے لیکن ان کی عبارتوں سے ان کی قابلیت اور تحقیق کا کوئی پتہ نہیں چلتا اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ نہایت سنجیدہ اور ثقہ بحث میں بھی وُہ پر مذاق اور عامیانہ اسلوب بیان استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً اپنی ایک بڑی مذہبی تصنیف "الحقوق والفرایض" کو وہ اس طرح شروع کرتے ہیں۔

کسی نے کیا اچھی تُلی ہوئی باون تولے پاؤ رتی بات کہی ہے کہ من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہٗ۔

اسی طرح "الاجتہاد" کے چند جملے ملاحظہ ہوں۔

اسی اثنا میں اتفاق سے مجھ کو تپ آنے لگی، اور نسہلوں تک نوبت پہنچی، علالت کی حالت میں مجھ کو یہ خیال ہوا کہ اگر میں اس بیماری کی حالت میں مرگیا تو کُتّے کی موت مرا۔ تم اپنی ہستی کو کیوں بھولتے ہو گدھی کمار کی تجھے رام سے کوتھ کہاں راجہ بھوج کہاں گنجوا تیلی۔"

لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ نذیر احمد نے ارتقائے نثر اردو میں کوئی بڑا کام نہیں کیا یہ ایک حقیقت ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ان کی انشا پردازی نے اردو اسلوب بیان میں ایک نیا دبستان قایم کردیا۔ ان کے ناول اردو کیلئے مایۂ ناز ہیں، وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اردو میں مکالموں کا اسلوب بیان موقع محل کے مناسب اختیار کیا وہ جہاں کسی مارواڑی کو بات چیت کرتے ہوئے دکھائیں گے تو اس کی زبان بالکل ویسی ہی پیش کریں گے جیسی کہ ایک مارواڑی کی ہوتی ہے، اسی طرح ان کے ناولوں میں ایک پُرانی طرز کے مولوی صاحب کی گفتگو میں بالکل مولویت نمایاں رہتی ہے غرض نذیر احمد نے اس کا خاص طور پر

Marfat.com

خیال رکھا کہ ان کا اسلوب بیان بالکل نیچرل ہو جائے اور اسی کوشش میں وہ بعض دفعہ جادۂ اعتدال سے بھی ہٹ گئے ہیں۔

نذیر احمد کی جملہ عبارت آرائی مرزا غالب کے خیالات کی ردعمل تھی، غالب کی خودداری کا اقتضا ہی یہ تھا کہ وہ دلی کے روزمرہ سے مراد وہ زبان نہ لیں جو دلی کے عوام اور بازاری لوگ بولتے ہیں۔ بلکہ وہ جو وہاں کے شرفا اور اعلیٰ طبقہ میں مستعمل ہے، یہی وہ امتیازی فرق ہے جو بڑھ جانے کے بعد نقص کی شکل میں نمودار ہو کر نذیر احمد کے نہ صرف سنجیدہ مباحث بلکہ قرآن شریف کے ترجمہ میں بھی موردِ الزامات رہا۔

اس دور کے آخری اور زبردست ادیب شبلی نعمانی ہیں، وہ اگرچہ ایک مولوی تھے اور بعض حضرات ان کی عبارت پر لفظ "مولویانہ" کا اطلاق کرتے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ شبلی کی طرزِ تحریر اردو کے لئے باعث صد نازش ہے، باوجود مذہبی آدمی ہونے کے انھوں نے مذہبی موضوعات کے لئے بھی دلکش اور پاکیزہ اسلوب بیان اختیار کیا، تاریخ تذکرہ، سوانح عقلیات، سیاسیات، ادب معاشرت فقہ، حدیث، عقاید، اور تصوّف وغیرہ جیسے کثیر المباحث موضوعوں پر قلم فرسائی کرتے وقت ادبیت کا ضرور لحاظ رکھا۔ اگرچہ اس التزام کے باعث بعض جگہ ان کی عبارتیں مضحکہ خیز بھی ہوگئی ہیں لیکن حالی یا ذکاء اللہ کی طرح گراں نہیں ہونے پائیں۔

وہ نہایت سوچ سمجھ کر اور احتیاط سے عبارت آرائی کرتے ہیں۔ بیجا لفظ اور اطناب سے پرہیز کرتے ہیں، ان کی تحریروں میں مغربی طرز کے محققانہ اسلوب کی جھلکیں پائی جاتی ہیں، ان کو زبان کی ادبیت قائم رکھنے کا ہمیشہ خیال رہتا تھا،

Marfat.com

اگرچہ اُن کے ماحول کا عام میلان انگریزی الفاظ استعمال کرنے کی طرف تھا لیکن وہ سوائے مشہور و مستعمل لفظوں کے بہت کم انگریزی الفاظ استعمال کرتے ہیں اور جو کوئی استعمال بھی کرتے ہیں تو اس کے برابر قوسین میں اردو کا ایک اچھا سا ترجمہ بھی پیش کر دیتے ہیں، اُن کے عربی الفاظ میں نذیر احمد کی "عربیت" کی طرح زیادہ غرابت نہیں پائی جاتی انہیں نئی نئی اور لطیف ترکیبیں بنانے اور استعمال کرنے کا خاص شوق تھا ان کے متعلق خواجہ حسن نظامی نے بالکل ٹھیک لکھا ہے کہ "مبالغہ کی رنگینی سے ان کا قلم محفوظ تھا۔ تاہم سادہ نگاری میں بھی ایسی دبی ہوئی شوخیاں لکھ جاتے تھے کہ انسان گھنٹوں مزے لیا کرے"۔ (اتالیق خطوط نویسی)

ان تمام خوبیوں کے باوجود شبلی کے اسلوب میں ایک نقص ضرور پایا جاتا ہے۔ اور وہ یہ کہ ان کے اکثر جملے اور فقرے شکل بدل بدل کر بار بار پیش نظر ہوتے ہیں۔ اگرچہ سرسری مطالعہ کے بعد اس کا پتہ نہیں چل سکتا لیکن اگر کوئی اُن کی تمام ادبی پیداوار کا بہ نظرِ امعان مطالعہ کرے تو اس کو یقیناً ان کی انشا پردازی کا یہ راز معلوم ہو جائے گا۔ علامہ شبلی کے طرزِ تحریر کے ایک دو نمونے یہ ہیں۔

(۱) آج کی صبح وہی صبحِ جاں نواز، وہی ساعتِ ہمایوں، وہی دورِ فرخ فال ہے۔ ارباب سیر اپنے محدود پیرایۂ زبان میں لکھتے ہیں کہ آج کی رات ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے، آتشکدۂ فارس بجھ گیا، دریائے ساوہ خشک ہو گیا لیکن سچ یہ ہے کہ ایوانِ کسریٰ نہیں، بلکہ شانِ عجم، شوکت روم اوج چین کے قصر ہائے فلک بوس گر پڑے، آتش فارس نہیں بلکہ جحیم شر،

Marfat.com

آتشکدۂ کفر آذر کدہ گمرہی سرد ہو کر رہ گئے۔ صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی، بتکدے خاک میں مل گئے، شیرازۂ مجوسیت بکھر گیا، نصرانیت کے اوراقِ خزان دیدہ ایک ایک کرکے جھڑ گئے، توحید کا غلغلہ اٹھا، چمنستان سعادت میں بہار آگئی آفتاب ہدایت کی شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں، اخلاقِ انسانی کا آئینہ پرتو قدس سے چمک اٹھا۔ (سیرۃ النبی)

(۳) لیکن آخر یہ مسئلہ غور کے قابل ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ شاہجہان کے الزامات کی کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں۔ اور عالمگیر کے وہی الزامات فسانۂ بزم انجمن ہیں۔ (مضامین عالمگیر)

(۴) سکندر و تیمور تیس تیس ہزار فوج لے کر نکلتے تھے جب ان کا رعب قائم ہوتا تھا۔ عمر فاروقؓ کے سفر شام میں سواری کے ایک اونٹ کے سوا کچھ نہ تھا لیکن چاروں طرف غل پڑا ہوا تھا کہ مرکز عالم جنبش میں آ گیا ہے۔ (الفاروق)

اس حصہ کو ختم کرنے سے پہلے محسن الملک اور وقار الملک کی ان کوششوں کا مختصر سا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جو اردو کے اسالیب بیان میں ایک مفید اضافہ کا باعث ہیں۔ اگرچہ صرف اردو نثر کی خدمت کرنا ان دونوں کا مطمح نظر نہیں تھا۔ لیکن ضمنی طور پر انھوں نے یہ کام بکمال بوجوہ احسن انجام دیا ہے۔ ان دونوں کے وہ مضامین جو تہذیب الاخلاق میں شایع ہوا کرتے تھے ان کی نثر کے بہترین نمونے ہیں۔

محسن الملک کا اسلوب بیان نہایت سادہ اور سنجیدہ تھا۔ برخلاف

Marfat.com

اس کے وقارالملک میں ملی جوش کے علاوہ اکثر عربیت جھلک پڑتی ہے دونوں کی تحریریں عام طور پر علمی ہوتی تھیں اور اس دور کے اسلوب بیان کے مطابق ان کی عبارتوں میں جگہ جگہ انگریزی الفاظ کا آجانا بھی ضروری تھا۔

Marfat.com

(۴)

موجودہ انشاپردازوں کی نثر اور اس کے اسالیب

عبدالحلیم شرر پہلے انشاپرداز ہیں جنھوں نے انگریزی ادب سے متاثر ہوکر اردو زبان میں ناول نگاری کی باضابطہ ابتدا کی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اردو زبان میں ناول کی طرز کی صنف ادب کو روشناس کرانے کا سہرا پنڈت رتن ناتھ سرشار کے سر ہے۔ اور بعد میں نذیر احمد نے بھی اس قسم کی کوششیں کی ہیں۔ لیکن شرر نے ناول نگاری میں اختصاصی حیثیت پیدا کر لی۔ انھوں نے باضابطہ طور پر ناول نگاری کو اپنا مطمح نظر قرار دیا اور انگریزی ناولوں کے نمونے پر اردو ناولوں کی تخلیق کی۔

جس طرح اردو زبان میں مقالہ نگاری کی تشکیل کر کے سرسید نے بیکن کا درجہ حاصل کیا۔ شرر اردو کے رچرڈسن ہیں۔ جس نے انگریزی زبان میں سب سے پہلے فسانہ نگاری کی ابتدا کی تھی اور جس طرح رچرڈسن کی اس قسم کی کوششیں نامکمل سی تھیں شرر کے ناول بھی بعض حیثیتوں سے ناقص نظر آتے ہیں۔

Marfat.com

کردار نگاری کے (صرف ایک ہی پہلو) کے لحاظ سے بیشک شرر اردو کے والٹراسکاٹ ہیں جس نے اپنے ناولوں میں اکثر اعلیٰ طبقہ کی سیرتیں پیش کی ہیں لیکن یہی وہ جولانگہ بھی ہے جہاں وہ اپنے بعض حریفوں سے پیچھے رہ جاتے ہیں، ان کے جملہ رجال داستان میں ایک قسم کی یکسانیت پائی جاتی ہے حکیم محمد علی خاں کی طرح ان کا ہر ناول ایک مختلف المزاج اور اجنبی کردار نہیں پیش کرتا۔ ناولوں میں شرر کا اسلوب بیان اگرچہ شگفتہ ہے لیکن بیسیوں صفحے پڑھ جانے کے بعد بھی کہیں کوئی ایسی عبارت نظر نہیں آتی جو یاد کرنے کے قابل ہو اس حیثیت سے نذیر احمدؔ کا درجہ شرر سے بڑھ گیا ہے، وہ قصہ بیان کرتے کرتے کسی معاملہ میں ضمناً انسان اور فطرت کے متعلق اس جوش اور ادبیت کے ساتھ خیالات کا اظہار کرتے ہیں کہ ان کے جملے تیر کی طرح دل میں اُترنے لگتے ہیں اور جی چاہتا ہے کہ انہیں زبانی یاد کرلیا جائے۔ شرر اپنے متفرق مضامین میں ذکاءاللہ کی طرح بالکل سنجیدہ بھی نہیں رہتے۔ بلکہ بعض بعض جگہ جوش اور جذبہ بھی دکھا دیتے ہیں۔ یہی وہ چیز ہے جس کے باعث ان کے بعض مضامین اردو ادب کے شہ کار قرار دئے جا سکتے ہیں۔ ان کے اسلامی معاشرتی اور تاریخی مضامین کا اسلوب ناولوں کے اسلوب سے زیادہ دلچسپ اور ادبی ہے ان کے مضامین ہی در اصل وہ عناصر ہیں جن کی بنا پر انہیں اردو کا ایک صاحب اسلوب فن کار کہلانے کا استحقاق حاصل ہے ان کے ناولوں کا مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ کائنات اور اس کی حقیقتوں پر ان کی نظریں گہری نہیں پڑتیں اور اگر کبھی پڑجاتی بھی ہیں تو وہ ان کے اظہار کی طرف کما حقہ راغب نہیں ہوتے، اسی لئے ان کے ناولوں

Marfat.com

میں سے بہت کم ایسے "پارے" منتخب کئے جا سکتے ہیں جو ان کے مضامین کے بعض پاروں کی طرح "خاصہ کی چیز" یعنی ادب عالیہ کہلائے جا سکیں۔

یہی حالت سرشار کی عبارتوں کی بھی ہے، اگرچہ ان کی نظر کائنات کے بعض امور پر بہت گہری پڑتی ہے۔ لیکن وہ اس کا بیان اس قدر عامیانہ طور پر کرتے ہیں کہ پڑھنے والے پر ان کی اہمیت کا کوئی اثر نہیں بیٹھتا تاہم رتن ناتھ سرشار اور عبدالحلیم شرر دونوں نے خاص خاص امور میں اختصاصی اہمیت حاصل کر لی ہے۔ سرشار نے اس لئے کہ وہ لکھنو کے ٹھیٹ روزمرّہ میں وہاں کے عمومی طبقوں کے افراد کا کردار نہایت خوبی سے پیش کرتے ہیں۔ جس کے باعث انہیں اردو کا ڈکنس قرار دیا جاتا ہے، اور شرر نے اس لئے کہ انھوں نے اسلامی تاریخ کے اوراق پارینہ کو جو ایک دفتر پارینہ غرق مے ناب اولیٰ کا مصداق بن رہے تھے از سر نو اپنی ناول نگاری کے ذریعے زندۂ جاوید کر دیا ہے، اسی کے ضمن میں بعض اسلامی مقامات اور شخصیتوں پر انھوں نے جوش عقیدت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے:

یہ کام ان کو اردو کے تمام ناول نگاروں میں ہمیشہ ممتاز رکھے گا۔

شرر کے اسلوب کے بعض نمونے:۔

(۱) اے شہروں کے عالیشان محلوں میں رہنے والو! تمہیں نہیں معلوم کہ دیہات والے دنیا کا کیا لطف اٹھاتے ہیں۔ تم ایک منزل خشت میں ہو، عالم کی نیرنگیاں تمہاری نظر سے بہت کم گزرتی ہیں۔ جس مقام پر تم ہو وہاں جنگل و صحرا کی مختلف کیفیتیں بھی اپنا پورا اثر نہیں دکھا سکتیں۔ جو یہ بھی نہیں جانتے کہ آفتاب کب نکلا اور کب غروب ہوا، چاند کس طرف کو نکلا اور کیا بہار دکھا گئی۔ مگر غریب دیہات والے

Marfat.com

جنھیں تم نے اکثر ذلت کی نظر سے دیکھا ہوگا۔ وہ ان امور کا ہر وقت اندازہ کرتے رہتے ہیں۔ ہر صبح انہیں ایک نیا لطف دکھاتی ہے اور ہر شام سے انہیں ایک نئی کیفیت نظر آتی ہے (مضمون دیہات کی زندگی)

(۲) سردیوں کے موسم میں جب جاڑے کی شدت ہوتی تو اپنے غلاموں کو حکم دیتا کہ جابجا آگ سلگا دیں۔ تاکہ اسے دیکھ کے بھولے بھٹکے مسافر آجائیں۔ اس کا معمول تھا کہ ہر چیز میں فیاضی کرتا اور کوئی چیز اس کی داد و دہش سے نہ بچتی۔ سوائے اپنے گھوڑے اور اسلحہ کے کہ انہیں بہت عزیز رکھتا لیکن آخر کار جود وسخا اس احتیاط و عاقبت اندیشی پر بھی غالب آیا جنھیں خدا کی راہ میں دیکر اس نے عجیب وغریب قسم کی بے مثل اور قابل حیرت فیاضی کا ثبوت دیدیا اور دراصل یہی وہ واقعات ہیں جنھوں نے اسے دنیا میں جود وسخا کی مجسم تصویر ثابت کر دیا اور اگر اس کی قوم کچھ دنوں تک اور بت پرست بنی رہتی تو یقیناً وہ فیاضی کا دیوتا بن جاتا" (حاتم طائی)

سرشار کے اسلوب کے نمونے :۔

(۱) بارگاہ سلطانی کی عظمت حیطۂ تحریر سے خارج ہے۔ ایسے ایسے عالیشان ایوان، رفیع اور گراں بہا عمارات دیکھنے میں آتی ہیں کہ آدمی ہندوستان کے مکانوں کو بھول جاتا ہے۔ ہاں تاج محل کی ٹکر کی ایک عمارت نہیں۔ بارگاہ سلطانی کیا ہے شہر کے اندر ایک اور شہر ہے بارہ پھاٹک ہیں کوئی آٹھ ہزار آدمی اس میں رہتے ہیں دو سمت سمندر لہریں مارتا ہے اور ایک طرف شہر ہے" (فسانۂ آزاد)

Marfat.com

(۲) ایک رئیس گردوں مدار و امیر باوقار کی ایک دختر فرخندہ اختر تھی رئیس موصوف نے اس کو بناز و نعم پالا۔ جب لڑکی کچھ سیانی ہوئی تو اس کی شادی کی فکر ہوئی بڑے بڑے سربرآوردہ روسائے ذوالاقتدار کے پاس سے پیغام آنے لگے۔ دور دور تک اس کے حسن و جمال کی شہرت ہوئی۔ آخر کار ایک رئیس والا تبار جم اقتدار کے ساتھ نسبت قرار پائی پھر کیا تھا طرفین سے تیاریاں ہونے لگیں۔ اب شوق کی اس درجہ افزائش ہے کہ جی چاہتا ہے سب جمع جتھا لٹا دیں۔ آنکھ بند کرکے خرچنے لگیں۔ ایک نے اتنی ہزار روپئے قرض لئے دوسرے نے تعلقہ کے کوڑی کئے۔ دونو لنگوٹی پر پھاگ کھیلنے لگے۔" (فسانۂ آزاد)

اسی سلسلہ میں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ دبستان لکھنؤ کے ایک اور ادیب مرزا محمد ہادی نے شرر اور سرشار دونوں کے رنگوں کو اپنے ناولوں کے ذریعہ زیادہ گہرا کر دیا اور ان کے ایک دو کارنامے خاص طور پر مشہور بھی ہوئے لیکن افسوس ہے اس امر کا کہ مرزا آخر عمر میں اس میدان کے مرد نہیں رہے تھے۔ شاید یہ خیال ہو کہ اس وقت وہ جس قسم کا کام کر رہے تھے وہ زیادہ عظیم الشان تھا۔ مگر ہم جرأت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہ غالباً ترجمہ کے لئے نہیں پیدا کئے گئے تھے ترجمہ (بشرطیکہ صحیح ہو) دوسرے درجہ کا کارنامہ ہے۔ دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ سے متعلق ہونے کے بعد مرزا ہادی کی نہ صرف اوریجنلٹی کا خون ہوا بلکہ اردو کے اسلوب بیان کو بھی صدمہ پہنچا کیونکہ مرزا منطق و فلسفہ کی کتابوں کے ترجمے کے لئے جس قسم کی زبان (عمداً)

Marfat.com

استعمال کرتے رہے، وہ ہرگز ایسی نہیں ہے جو ان کا نام قایم رکھنا تو کجا خود بھی ایک عرصہ تک باقی رہ سکے۔

مرزا محمد ہادی کی نثر کے نمونے :۔

(۱) معتدو ہ ہے جو امر ذہن پر زیادہ موثر ہے۔ یعنی زیادہ بسیط یا قبض پیدا کرتا ہے۔ اس کی تاثیر مرجح ہوتی ہے۔ جو امور عند الذہن حاضر ہیں ان میں اکثر کسی ایک واقعہ کی یاد آوری کی تاثیر کو بڑھا دیتے ہیں۔ اگر ہر واقعہ متعدد واقعات کو ہر لمحہ لید دلایا کرتا ہے تو کسی ایک یا چند واقعات پر توجہ کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر ہر واقعہ ہمارے ذہن کو متوجہ کر لیا کرتا تو پھر کسی چیز پر دل لگانا مشکل ہوتا ایسا ہونا ضرور ہے۔ مگر نہ ہر وقت۔ اکثر ہماری ارادی قوت مخل امور کو رد کر دیا کرتی ہے (عالم رویا)

(۲) دوسرے روز منہ اندھیرے ہم دل گنج کی سرائے روانہ ہوئے ۔ ۔ ۔ کی گاڑی ہمارے پیچھے پیچھے تھی۔ فیض علی گھوڑے پر سوار تھے۔ ہم اور وہ باتیں کرتے جاتے تھے۔ تھوڑی دور چل کے مسیر ہاتھ دور سے ہم کو وہ گاؤں دکھایا۔ سڑک کے کنارے کھیت تھے۔ ان میں کچھ کنواریاں پانی دے رہی تھیں۔ کچھ کھیت ترا رہی تھیں ایک پرانی چل رہی تھی۔ اس میں ایک مسٹنڈی عورت دھوتی باندھے بیل ہنکا رہی تھی۔" (امراؤ جان ادا)

راشد الخیری نے اوّل اوّل غالباً نذیر احمد کے اسلوب کی خوشہ چینی کی ہے۔ لیکن آگے بڑھنے کے بعد ان کے اسلوب بیان میں ایک اختصاصی حیثیت قایم ہو گئی۔ چنانچہ ان کی تصنیفات کے وہی پارے زیادہ قابل قدر ہیں جن کی

Marfat.com

اشاعت کے باعث انہیں مصورِ غم کا خطاب ملا ہے اور جو بنی نوع انسان کی ایک ہی صنف اور پھر اس صنف کی فطرت کے ایک خاص پہلو یعنی رنج و الم کی ترجمانی کرتے ہیں۔

راشدالخیری اُردو زبان کے قدیم فسانہ گویوں کی طرح اپنے ناولوں میں قیمتی معلومات کی بھی تفصیل وار فہرست پیش کرتے ہیں۔ جہاں کسی چیز کا ذکر کرتے ہیں اسی قسم کی اور متعدد اشیاء کے نام بھی گنا جاتے ہیں۔ اس بنا پر جہاں ان کے اسلوب کا لفظی خزانوں سے مالدار ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ یہ امر بھی نمودار ہونے لگتا ہے کہ ان کا مصنف خواہ مخواہ طول دینے کا عادی ہے۔

راشدالخیری کی نثر کے نمونے:۔

(۱) نائلہ سولہ برس میں تھی۔ مگر ہندوستان کے موجودہ تمدن نے جو لڑکیوں کی بے وقعتی کی ہے اس سے یہ گھر بھی نہ بچا۔ دن ہوا ہوئے جاتے تھے اور کوئی جھوٹ موٹ آکر یہ بھی نہ پوچھتا تھا کہ اس گھر میں کوئی لڑکی ہے۔ امیر گھر کی بیٹی کھائی، پی اطمینان کی روٹی بے فکری کی نیند۔ نیل کا نیل بنی ہوئی تھی۔ نسیم کو تو پرواہ بھی نہ تھی مگر نسیم کا اسے دیکھ دیکھ کر خون خشک ہوتا تھا۔ چاروں طرف ٹوپ ڈالی مشاطہ اور بیچ والیاں سب ہی سے کہا اور سنا مگر سال گزر گیا اور ایک بات ڈھنگ کی نہ جڑی۔ (شام زندگی)

(۲) نوج ایسی بے ڈھنگی بیٹی ہو کہ کسی چیز کا ٹھیک ٹھور ہی نہیں۔ جہاں جاتا اتار پھینکی۔ تم تو پھینک پھانک ملبی ہو اور میں بیٹھی رکھوالی کروں۔ تہوار کا دن آنے جانے والوں کا تانتا لگا ہوا ہے۔ دھوبن بھشتن۔ بھنگن

Marfat.com

بیسیوں ابنان جنساں آرہی ہیں ذرا میری نگاہ چوکی اور کوئی بغل میں رکھ چلتا ہوا تو بیٹھی رونا بیٹی ذات اور ایسی بدتمیز کہ کسی چیز کی مدت ہی نہیں تو کنجیاں تو قفل میں رکھو۔" .... (صبح زندگی)

خواجہ حسن نظامی جنھوں نے یقیناً آزاد کی تقلید شروع کی تھی اُردو کے بہت بڑے محسن ہیں، فطرت کی رجائیت اور قنوطیت دونوں پہلوؤں پر ان کی نظریں پڑتی ہیں اور ان دونوں کی تصویریں جس خوبی کے ساتھ ان کے کارناموں میں نظر آتی ہیں بہت کم اردو کتابوں میں مل سکتی ہیں، وہ جب کوئی دردانگیز کہانی سناتے ہیں تو نہایت ہی شگفتہ مزاج اور پتھر جیسا دل رکھنے والے کی آنکھ سے بھی آنسو ٹپکے بغیر نہیں رہ سکتے اور جہاں کوئی ہنسی مذاق کی بات کہتے ہیں تو سنجیدہ سے سنجیدہ بزرگ کے بھی مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑجاتے ہیں۔

خواجہ اُردو کے اڈیسن ہیں والٹیر نہیں جس کے متعلق لارڈ میکالے نے اڈیسن اور سوئفٹ سے مقابلہ کرتے وقت کہا تھا کہ جب کبھی وہ دوسروں کو ہنسانا چاہتا تھا تو خود بھی اپنی تحریریں کھلکھلا کر ہنس دیتا تھا۔ یہ بات آزاد میں ہے کہ پہلے خود اپنا متاثر ہونا ظاہر کردیتے ہیں مگر چونکہ والٹیر "مسخروں کا شہزادہ" تھا نیز آزاد ہمیشہ صرف قہقہے نہیں لگاتے اس لئے ہم انہیں اردو کا پورا پورا والٹیر نہیں کہہ سکتے ہاں شبلی نعمانی اردو کے سوئفٹ کہلائے جاسکتے ہیں جو باوجود اپنی مولویت اور تقدس قایم رکھنے کے کہیں کہیں ایسی شوخی کرجاتے ہیں کہ پڑھنے والا گھنٹوں مزے لیا کرے۔

حسن نظامی کے لطیف چھوٹے چھوٹے جملے عربی، فارسی اور ہندی کے

Marfat.com

دلچسپ اور پُر ترنم الفاظ کا انتخاب، سادھی سیدھی مگر ساتھ ہی بانکی عبارتوں میں بڑے بڑے مطالب کو حل کرنا، بے تکلفی اور بیساختہ پن یہ تمام چیزیں ان کے نام کو اس وقت تک زندہ رکھیں گی جب تک اردو نثر باقی رہے گی۔ شبلی کے خیال کے مطابق اردو نثر میں شاعری کی ابتدا کرنا صرف خواجہ حسن نظامی کا کام ہے۔ اور بقول مولوی عبدالحق اگر تم صاف ستھری اور نکھری ہوئی اردو اور دلی کی اصلی زبان پڑھنا چاہتے ہو تو خواجہ حسن نظامی کی تحریر پڑھو کہ زبان کے مزے کے ساتھ دلی کیفیات اور جذبات کا بھی لطف آئے۔"

خواجہ حسن نظامی کے اسالیب کے نمونے:۔

(۱) ان سب شاعروں کو سامنے سے ہٹاؤ جو گلاب کے پھول پر مرتے ہیں سیکڑوں برس سے ایک ہی چیز کے طلبگار ہیں۔ یہ سب لکیر کے فقیر ہیں۔ مقلد ہیں۔ سنی سنائی باتوں پر جان دیتے ہیں۔ میں کچھ اور دیکھتا ہوں۔ مجھ کو ایک اور آنکھ ملی ہے جو ان سب سے اونچی ہے۔ میرے دل کی ہمنشینی و ہمسری کے ان میں سے ایک بھی قابل نہیں۔ میں بندہ ہوں۔ سب بندوں کی شکل ہوں۔ میں بشر ہوں تمام بنی آدم کے برابر درجہ لیکر آیا ہوں۔

(گلاب تمہارا کیکر ہمارا)

(۲) برسات وہ اچھی جس میں برساتھ ہو ورنہ ہیچ۔ قسم ہے گھونگر والے بالوں کی بادلوں کے پیچ وخم مسلمانوں کے پیچیدہ احوال سے زیادہ نہیں ہیں۔ قسم ہے کوندنے والی بجلی کی مسلمانوں کی بے قراری بہت بڑھ گئی ہے کوئی یار نہیں کس کو برسات کا تماشا دکھائیں۔ کون سمجھے کہ جوانی کی برسات میں کیا بہار ہے مو د

Marfat.com

بولتے ہیں۔ کوئل کی آواز آرہی ہے۔ مینڈک تالابوں میں کچھ پکار رہے ہیں۔
میرا یار ہوتا تو وہ بھی ان کا مزا لیتا نہیں بلکہ وہی اس کا لطف اٹھا سکتا تھا۔

(آ یار چل کے دیکھیں برسات کا تماشا)

یہاں ایک ادبی ہستی کی یاد رہ رہ کر ستا رہی ہے، اگرچہ اس عظیم انسان شخصیت اور اس کی نثر نگاری کی اہمیت پر مفصل نگاہ ڈالی جانی چاہئے مگر اس خوف سے کہ کہیں یہ مضمون زیادہ طویل نہ ہو جائے ہم اس وقت مختصر سا ذکر کر دیتے ہیں۔ یہ اردو زبان کی بدقسمتی تھی کہ مہدی حسن افادی الاقتصادی نے بہت جلد دنیا سے منہ موڑا ورنہ ان کے "موقتی مقالات" اس قدر مفید ہیں کہ اگر اس قبیل کی کوششوں کو کچھ اثبات نصیب ہوتا تو آج اردو کے سرمایۂ ادب میں خاص صنفِ نفیس کی فراوانی ہوتی۔

جان رسکن کی طرح مہدی حسن کی تحریریں لطافت خیال اور نزاکت الفاظ کی گلدستہ ہوتی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ رسکن کو زمانہ نے دل کی امنگیں پوری کر سکنے کا زیادہ موقع دیا اور مہدی حسن کی جواں مرگی نے ان کے ساتھ جتنی امیدیں وابستہ تھیں ان سب کو ملیا میٹ کر دیا اس میں کوئی شک نہیں کہ رسکن درختوں، پہاڑوں، چشموں، دریاؤں، اور جنگلوں کے بھی جا بجا نفیس مرقعے پیش کرتا ہے۔ "اور افادات مہدی" میں اس کا فقدان ہے لیکن اسلوب بیان کی حد تک ہم دونوں کی ذہنی رغبتوں کو بالکل یکساں پاتے ہیں۔

مہدی رسکن کی طرح الفاظ کے خوشنما بیل بوٹے بنا کر پیش کرتے ہیں، وہ انگریزی کے لارڈ میکالے یا اردو کے علامہ شبلی کی طرح اپنے الفاظ سے خوش ذائقہ اور

Marfat.com

رسیلے میوے نہیں بناتے، جن کے کھانے سے جسم میں توانائی اور تروتازگی پیدا ہو بلکہ خوشبودار اور رنگ برنگ پھولوں کے گلدستے جن سے کیف اندوز ہونے کے بعد روح میں ایک خاص قسم کی لطافت و رعنائی پیدا ہو جاتی ہے اور جو داخل انسانی ارتقا کے لئے معراج ہے جس انشا پردازی سے اس شعبۂ زندگی کا تذکیہ نہ ہو وہ معمولی درجہ کی فن کاری ہے، حقیقی اور بڑا فن کار تو وہی ہے جو بنی نوع انسان نے وجدانی اور روحانی عنصر پر نظر رکھے۔

اسلوب بیان خود انسان کی ذات ہوتی ہے، مہدی حسن کی خانگی زندگی ان کی اکثر تحریروں میں اپنی جھلک دکھاتی ہے ان کی فطری نفاست اور خوش مذاقی ان کے ہر پارۂ تحریر میں مضمر ہے ان کے دل و دماغ کی نزاکت اکثر ان کی تحریر میں رعنائی بنکر نمودار ہوتی جاتی ہے۔ وہ کسی مطلب کو سرسید یا حالی کی طرح سیدھے سادے اسلوب میں نہیں ادا کرتے نہ آزاد کی طرح کاٹ چھانٹ کر کے ایک نیا شگوفہ یا طرفہ ہنگامہ بنا دیتے ہیں ان کی عبارتیں انگریزی کھانوں کی طرح خوشنما ہونے کے علاوہ سہل الہضم بھی ہوتی ہیں۔ اس کے برخلاف آزاد بڑی دردسری کے بعد جو چیز تیار کرتے ہیں، وہ خوش ذائقہ اور ایک حد تک خوشنما بھی ضرور ہوتی ہے لیکن دیر ہضم اور اکثر دفعہ ناقابلِ قبول۔

سرسید اور حالی کے خوانِ یغما پر بالعموم تمام کھانے روزانہ کی طرح صاف ستھرے ہوتے ہیں۔ لیکن انسان تنوع پسند واقع ہوا ہے۔ وہ ایک ہی قسم کی چیزیں کھاتے کھاتے اکتا جاتا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ اس میں تغیر و تبدل ہو مگر پلاؤ اور کباب کا نہیں کہ جی بھر کر کھا ہی نہیں سکتے اور اگر کھالیں تو عذاب جان ہو جائے۔ شبلی

Marfat.com

اس گُر سے واقف تھے۔ چنانچہ ان کی تحریریں تکلف اور آورد کے بعد بھی دیرہضم نہیں ہونے پاتیں اور یہی حال مہدی حسن کا ہے، مگر ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ شبلی دیسی کھانوں کو پسند کرتے تھے اور مہدی حسن انگریزی، پھر خوش مذاقی کی کوئی حد بھی ہے؟ سرسید، محسن الملک، وقار الملک، حالی، شبلی، آزاد اور نذیر احمد وہ انشا پرداز جن کی نشو و نما قدیم طرز تعلیم کے گہوارے میں ہوئی۔ جن میں سے ہر ایک نے عربی فارسی کی خاصی مہارت حاصل کی تھی۔ اور جن کو انگریزی ادب سے زیادہ سابقہ نہیں پڑا تھا۔ جب لکھنے بیٹھتے ہیں تو جگہ جگہ انگریزی کے الفاظ ان کے قلم سے ٹپک پڑتے ہیں۔ لیکن مہدی کی عبارتیں پڑھتے جائیے آپ کو شاید کہیں کہیں کوئی انگریزی لفظ مل جائے اس کے اسباب ازروئے نفسیات خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں لیکن ہم صرف ان کی وجہ سے متذکرۂ بالا شخصیتوں کی ادبی حیثیتوں پر نام نہیں رکھ سکتے۔ ہاں اس موقع پر یہ کہے بغیر نہ رہیں گے کہ یہی وہ کنجی ہے جس کی مدد سے کوئی شخص مہدی کی خوش مذاقی، پرخلوص ادبی خدمات اور اعلیٰ درجہ کی انشا پردازی کے رازہائے سربستہ تک پہنچ سکتا ہے۔

ذیل میں ان کے بعض انگریزی الفاظ کے ترجمے اور طرز تحریر کے نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

اعتذار معذرت	Apology
ادب العالیہ خاصہ کی چیز	Classics
اختصاصی	Specialist

Marfat.com

اہلِ تنقید	Critic.
تنقید عالیہ	Higher Criticism.
مجمع الفصحا / بیت الحکما،	Literary Academy.
اختراع فائقہ	Masterpiece.
ادب القدما	Classical Literature.
مطائبات ادب	Gup.
مادہ اختراعی	Originality.
ادبی تخیل	Literary ideal.
ٹکسالی	Standard.

عبارت کے نمونے ملاحظہ ہوں :۔

(۱) یہی بلاغت تھی جس نے کسی زمانہ میں حیدرآباد دکن کے 'بسمارک' کو نذیر احمد کا شیدائی بنا رکھا تھا، سر سالار جنگ اول اسٹیٹ ڈنر میں طلائی قابوں کا دور چل رہا ہے، چھری کانٹوں کی دھیمی موسیقیت میں دفعتاً سرکاری ڈاک کے آنے کی اطلاع ہوتی ہے، ارشاد ہوتا ہے 'نذیر احمد کی کوئی مراسلت ہو تو فوراً پیش کی جائے' ایک منٹ کے بعد جلیل القدر میزبانِ شام کے ہات میں ایک کاغذ ہوتا ہے، برقی روشنی کی جگمگاہٹ میں شایق الادب امیر الامرا کی نگاہ نقوشِ حرفی پر دوڑ رہی ہے' اور چہرے پر رہ رہ کر کیفیت طاری ہوتی ہے جیسے تبسم زیر لب کی ہلکی لہریں کہیے' نذیر احمد کے خوانِ ادب کا یہ لقمہ تھا

Marfat.com

جس سے شاہی میز بھی بے نیاز نہ رہ سکی، لیکن اب ہمارے گلے میں پھنسنے لگا ہے، جسے ہم اگلنا چاہتے ہیں، مگر یہ بے نکی روایات سابقہ کے لحاظ سے کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتی ادب چاہتا ہے کہ ان کا کمال انشاپردازی غیر ستائش جنس، سے ہمیشہ بے نیاز رہے گا.... افادات مہدی ص۳۳

(۴) مہر النسا "جوان بیوہ" کی حیثیت سے شاہی محل میں رہنے سہنے لگی ہے، لیکن ہائے وہ حسن افسردہ جو خود اپنی قوتوں سے واقف ہو خوب جانتی تھی کدھر گرے گی ہے

شب امید بہ از روز عید می گزرد   کہ آشنا بہ تمنائے آشنا خفتہ است

جہانگیر ایک روز اس کے کمرے میں جا نکلا جو ضیائے حسن سے، شیش محل ہو رہا تھا حور وش کنیزوں کے حلقہ میں زرق برق لباس آنکھوں کو خیرہ کئے دیتے تھے فطرت کی لاڈلی ہمہ غمزہ ہمہ عشوہ ہمہ ناز" نہایت سادے باریک سفید لباس میں تھی لیکن شیشے کی طرح صاف شفاف جسم جھلک رہا تھا ہے

کلائی وہ نازک سی ہیرا تراش   وہ محرم میں سر بستہ یک راز فاش

"مقیاس الشباب" کی سرکشی بتا رہی تھی کہ وہ دستانے کی طرح چھپی ہوئی محرم سے زیادہ اودی، اودی رگوں کے پیچ و خم اور اعصاب کی قدرتی کھینچ تان کی ممنون ہے، اس پردہ کافوری میں برہنہ حصہ افقی، خیال کے لئے کیا باقی رہا! غرض مہر النسا عالم تصویر بنی ہوئی تھی، شاہی نگاہیں جم کر حسن عریانی کا جائزہ بھی نہ لینے پائی تھیں کہ ایک کہربائی قوت نے بجلی کے تاروں میں نہیں زلف عنبریں کے پیچوں میں جہاں پناہ کو جکڑنا شروع کیا شاہانہ تمکنت نے دیکھتے

Marfat.com

دیکھتے حسن گلو سوز سے شکست کھائی جہانگیر سے ضبط نہ ہو سکا دل کا چور زبان پر یوں آیا۔" ...... افادات مہدی ص ۱۴۷

درحقیقت مہدی حسن افادی اقتصادی کی جواں مرگی نے اردو کو ایک ایسے مہتم بالشان انشا پرداز سے محروم کر دیا جس کے شاہ کاروں کی صحت زبان لطافت خیال، متانت بیان شوخی ادا اور "تنشیط ادب" "رئیس التذکرہ" "قاصر النظر" "تحسین ناشناس" "مقیاس الشباب" "قوت آخذہ" اور "فتوحات مئے دوآتشہ" وغیرہ جیسی پختہ ترکیبیں اردو زبان میں بہت جلد ایک رسکن ایک آسکر وائلڈ یا ایک اسٹی ون سن کے کارناموں کی متحد نظیر پیش کر سکتیں! یہ وہ محرومی ہے جس کی تلافی متعدد انشا پردازوں کی متفقہ کوششوں پر بھی نہ معلوم کتنے زمانہ میں ہو سکے!!۔

بیسویں صدی کی ابتدا کے وقت اردو علم و ادب کا نیر اقبال کافی بلند ہو چکا تھا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ اردو زبان کی ذہنی مملکت میں جو پہلے صرف اقلیم شعرو شاعری پر منحصر تھی، تاریخ فلسفہ اور متعدد علوم و فنون کے وسیع حصے بھی شامل ہو چکے تھے۔ سرسید اور ان کے مستعد ہم نواؤں کے بلند آوازے جو اکثر دفعہ "صدا بصحرا" ثابت ہو چکے تھے، اس وقت اقصائے ہندوستان میں پہنچ کر صدائے بازگشت کے ساتھ بلند ہوتے جا رہے تھے یا تو ایک زمانہ تھا کہ ع کارواں بے حس ہے آواز درا ہو یا نہ ہو۔ کے مطابق سرسید کو قافلۂ ہند کے ایک ایک فرد پر سکوت جامد چھایا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ اور اب وہ وقت ہے کہ اسی بے حس قافلہ میں سے بعض بعض افراد ایسے بھی نکل پڑے ہیں جو خود حدی خوانی پر مستعد نظر آتے ہیں۔

تہذیب الاخلاق کے بعد مخزن، دکن ریویو، حسن، ادیب، العصر، دلگداز،

Marfat.com

ذخیرہ اور زمانہ وغیرہ وہ قابل یادگار گہوارے ہیں جن میں اردو نثر کو کافی نشو ونما ہوئی۔ خان بہادر شیخ عبدالقادر، مولانا ظفر علی خاں مولوی عزیز مرزا، سجاد یلدرم سلطان حیدر جوش، سید محمد فاروق شاہجہاں پوری، احسن مارہروی، سجاد مرزا بیگ دہلوی، محمد عبدالرؤف عشرت مولوی ممتاز علی، شاکر میرٹھی خان بہادر سلطان احمد، منشی عنایت اللہ اور اسی سلسلے میں دیا نراین نگم، پنڈت برج نرائن حکبست .... پیارے لال شاکر، پریم چند اور سدرشن وغیرہ ایسے انشاپرداز ہیں جنہوں نے ایک خوشگوار مستقبل کی شگفتہ امیدوں کو اپنی مختلف الموضوع تحریروں کے ذریعے سے ہر وقت تروتازہ رکھا۔ ان کے ذریعے سے اردو نہ صرف موضوع بلکہ اسلوب بیان کے لحاظ سے بھی نہایت وسیع ہو گئی اور دراصل یہی وہ آبیاریاں ہیں جنہوں نے اُردو کو اس قابل بنا دیا کہ وہ مستقبل قریب میں دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں کے پہلو بہ پہلو رہ سکے۔

اسی زمانے میں جب کہ اردو کا اسلوب ترقی کی طرف گامزن تھا ابو الکلام آزاد نے الہلال جاری کر کے ایک جدید طرز انشاء کو رائج کیا۔ یہ طرز اگر ان ہی کی حد تک مخصوص رہتی تو کوئی مضرت رساں بات نہ تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ اوّل اوّل نئے تعلیم یافتہ نوجوانوں پر اس کا بہت گہرا اور بہت برا اثر پڑا۔

معلوم ہوتا ہے ابوالکلام کی مخصوص ذہنیت نے سرسید کی اصلاحی کوششوں کے لئے ردِعمل کا کام کیا۔ ان کا اور ان کے معتقدین کا غالباً یہ عقیدہ ہے کہ اردو زبان میں مذہب اسلام کی جملہ اصطلاحات اور اس کے متعلقہ عربی و فارسی لفظوں کو بالکل بے تکلفی سے استعمال کرتے رہنا چاہئے تاکہ مسلمان اُن سے ہر وقت

Marfat.com

دوچار ہوتے رہیں۔ اور اس طرح ان کے مذہبی معتقدات موقع بموقع تازہ ہوا کریں۔ کلیۂ جامعہ عثمانیہ کے ایک محترم استاد جو دبستان ابوالکلام کے زبردست خوشہ چین نظر آتے ہیں اس امر کے مدعی ہیں کہ وہ آج تک اپنے متفرق مضامین کے ذریعہ سے اس فرض کو بہ آئین شائستہ انجام دیتے رہے ہیں کہ قرآنِ پاک کے جملہ الفاظ اُردو زبان میں رائج کردئے جانے چاہئیں۔

اس میں کوئی شک نہیں اگر مذہبی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو ایک مقدس کام ہے، لیکن جہاں تک ادب کا تعلق ہے اندیشہ ہے کہ یہ رجحان مضر نہ ثابت ہو۔ زبان ایک عام پونجی ہے جس پر ہر شخص آزادی کے ساتھ متصرف ہے کسی کو یہ حق نہیں کہ اسے اپنے لئے مخصوص کرلے اور نہ کوئی کرسکتا ہے۔ پس اُردو جس پر مسلمانوں کو وہی حق حاصل ہے جو ہندوؤں کو ہے کبھی خاص فرقے یا مذہب کی قید میں نہیں رہ سکتی ہاں اگر متذکرۂ بالا مقصد اس طرح انجام پاسکتا ہے کہ ہندو اور مسلمان دونوں اس سے مساویانہ طور پر بہرہ ور ہوسکیں تو اس سے بڑھ کر خوش آیند کام نہیں ہوسکتا۔ ہمیں یہاں اس مقصد کی نوعیت پر اعتراض منظور نہیں بلکہ ہم ابوالکلام آزاد کی اُن عبارتوں کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جن میں عربی و فارسی کے دقیق سے دقیق الفاظ اور ترکیبیں بے دھڑک استعمال کی جاتی ہیں۔

اسی سلسلے میں اس امر کا بھی اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً اسی زمانے سے بعض ہندوؤں میں بھی اس قسم کی نا روا رغبت شدت سے ترقی کرتی جارہی ہے اور وہ بھی اکثر سنسکرت اور ہندی بھاشا کے الفاظ اپنے سیاسی اقتصادی اور صوفیا مضامین میں فیاضی کے ساتھ استعمال کرنے لگے ہیں۔ لیکن جو تعلیم یافتہ اور سنجیدہ ہندو

Marfat.com

سمجھتے ہیں کہ اردو کو ہندوستان کی ایک عام زبان بننا چاہئے وہ اس کے مخالف ہیں اور خود نہایت صاف سیدھی زبان استعمال کرتے ہیں جب تک ہندو اور مسلمان دونوں کچھ نہ کچھ ایثار سے کام نہ لیں گے اردو کا اسلوب ہرگز ترقی نہیں کرے گا۔

مولانا ابوالکلام کے اسلوب کے نمونے:۔

(۱) بہرحال اصحاب تاویل ورائے اور متکلمین واتباع فلاسفہ کی بے حاصلی اور نامرادی اور سلف امت واصحاب تعریض کے مذہب حق وطریق حکمت اور عقلیات صادقہ وفاضلہ کے اثبات ونصرت میں امام ابن تیمیہ کے مباحث ومقالات اور براہین وقواطع کا عالم بھی دوسرا ہے اور افسوس امت کی محرومی اور واماندگی پر کہ صدیوں سے یہ خزائن معارف کنوز حقایق موجود ہیں۔ مگر کوئی ان کا شناسا وعارف پیدا نہ ہوا بلکہ ہمیشہ غفلت جہل اور تعصب وجمود کی تاریکیوں میں مدفون ومجہول رکھا گیا۔

از تذکرہ حصہ اول مولفہ مولانا ابوالکلام آزاد مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۹۱۹ء ص ۱۵۷

(۲) منجملہ امثال قرآنیہ کے ظہور آثار وعلایم بارش کی ایک لطیف وبدیع اور جامع ومانع تمثیل ہے جس پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے اور جس کے اندر انسان کی قلبی وروحی حیات وممات اقوام وملل کے انقلابات ملکوں اور حکومتوں کے تسلط وتنزع اور ہدایت الٰہی اور شقاوت انسانی کے مختلف مدارج ومراتب کی نسبت صدہا اشارات وبیانات پوشیدہ ہیں۔

از الہلال جلد (۳) نمبر (۱) ص ۵ مطبوعہ کلکتہ سنہ ۱۹۱۳ء

Marfat.com

نیاز فتحپوری کے اسلوب میں بھی نامانوس الفاظ اور عجیب وغریب ترکیبوں کی وجہ سے کہیں کہیں ابوالکلام کا رنگ جھلک پڑتا ہے ابوالکلام کا موضوع مذہب ہے اور نیاز کا ادبیات۔ اس لئے موخرالذکر کی تحریروں میں رنگینی اور شوخی جگہ جگہ نمودار ہوجاتی ہے۔ ابوالکلام کو باوجود اپنے فطری بانکپن کے ضرور سنجیدگی قایم رکھنی پڑتی ہے۔ نیاز ایک فن کار ہونے کی حیثیت سے آزاد ہیں۔ وہ اپنے اسلوب میں جس قدر چاہیں رعنائی پیدا کرسکتے ہیں۔ اور یہ رعنائی جس قدر بڑھی ہوئی ہوگی ان کی ادبی شان میں اتنا ہی اضافہ ہوگا۔

ابوالکلام کی بہ نسبت نیاز کا دائرۂ عمل زیادہ وسیع ہے۔ ادبیات اردو کا ہر طالب علم نیاز کی تحریروں کی طرف نظر شوق کے ساتھ بڑھتا ہے اور ان کے مطالعہ کے بعد کسی نہ کسی طرح متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا یہی وہ خصوصیت ہے جس کو مدنظر رکھتے ہوئے نیاز کی عجیب وغریب ترکیبوں اور نامانوس لفظوں سے خوف ہے کہ کہیں وہ اردو اسلوب بیان کے لئے مضر نہ ثابت ہوں۔

نیاز فتحپوری کے اسلوب کے نمونے :-

(۱) اگر میری دعا قبول ہوتی تو میں تمہارے اس لمحۂ الوہیت گزرجانے کے بعد خدا سے التجا کرتا کہ الٰہی شہاب کو انہیں میں سے ایک سخت دلنشین پیکر کی محبت میں اس قدر شدت کے ساتھ مبتلا کردے کہ وہ دیوانہ وار اس پتھر کی مورت کے سامنے جبیں سائی کرے۔ وہ فریاد کرے اور کوئی سننے والا نہ ہو، وہ دردِ محبت سے چیخ چیخ اٹھے اور کسی کو خبر نہ ہو۔ رو رو کر طوفان نوح برپا کردے لیکن کوئی اس کے آنسوؤں کا پوچھنے والا نہ ہو،

Marfat.com

تاکہ میں تمہیں اس وقت نصیحت کروں کہ شہاب حسن کو صرف حسن کے لحاظ سے چاہو، محبت کو صرف محبت کے لحاظ سے دیکھو۔ یہ بیقراری کیوں ہے، یہ اضطراب کس لئے ہے تمہارا ذوق نظر پورا ہو رہا ہے۔ تمہاری نگاہیں اچھی طرح آسودہ ہو رہی ہیں پھر اور تمہیں کیا چاہئے۔ سچ بتاؤ شہاب کیا ہوا اگر واقعی تمہیں کسی مجسمہ یا تصویر سے عشق ہو جائے۔ تم کیا کرو کم از کم مجھے تو بڑا لطف آئے۔ (شہاب کی سرگذشت)

(۲) ہلکی شفقی روشنی ہے کرۂ زمین تاریک ہے۔ فضا میں صرف ایک سیارہ جھلملا رہا ہے۔ ایک لڑکی جس کی آنکھوں پر پٹی ہے اور ہاتھ میں بربط۔ سارے کرہ پر چھائی ہے بربط کے تمام تار ٹوٹ چکے ہیں مگر ایک جس میں وہ برابر لرزش پیدا کر رہی ہے۔ (تصویر امید)

آج کل اردو ادب کے دلدادہ اپنی انشاپردازی کو اکثر نیاز کے اسلوب کی پیروی کے ساتھ شروع کرتے ہیں خصوصاً وہ اسلوب بیان جو ٹیگور کی نظموں کا ترجمہ کرنے کے لئے اور اسی نوع کے دیگر مضامین لکھتے وقت انھوں نے استعمال کیا تھا، نوجوان انشا پردازوں میں بے حد مقبول ہوا اس کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ اس اسلوب کے ذریعہ سے دل دادگان ادب اپنے اس قسم کے شاعرانہ خیالات آسانی کے ساتھ ادا کر سکتے ہیں جن کا اظہار نظم کے ذریعے ایک تو اس زمانہ میں نامقبول سمجھا جانے لگا ہے اور دوسرے وقت طلب ہے چنانچہ اس طرز میں آئے دن سیکڑوں مضامین لکھے جاتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ مضمون نگار نیاز کی طرح خود بھی راہِ راست سے دور جا پڑتے ہیں۔ اس کا اصلی سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آج کل

Marfat.com

عربی میں مہارت تامہ حاصل کرنے کی طرف بہت کم توجہ کی جاتی ہے اور عربی زبان سے واقفیت حاصل کئے بغیر اس قسم کی جرات "رندانہ" یقیناً ایجاد بندہ سے کم نہیں ہو سکتی۔

ابوالکلام کی انشا پردازی جس گہرے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہے اسی رنگ میں مگر ذرا پھیکی تحریریں عبداللہ العمادی، تاجور نجیب آبادی حیدر یار جنگ طباطبائی حافظ اسلم جیراجپوری اور عبدالماجد فلسفی کے قلم سے نکلتی ہیں اگرچہ ان میں نیاز کی عبارتوں کا سا بانکپن تو نہیں پایا جاتا تاہم بالکل سادہ بھی نہیں ہوتیں۔ خصوصاً عمادی اور تاجور کا قلم اکثر رنگ برنگ کے بیل بوٹے اتارتا جاتا ہے ان کا قلم نقاش ہے عبدالماجد کی طرح مصور نہیں۔ عبدالماجد کی تحریریں عکسی تصویریں ہوتی ہیں جن میں کسی چیز کا عکس بعینہ محفوظ ہو جاتا ہے۔ برخلاف اس کے عمادی اور تاجور پرانی طرز کے نقاش ہیں جن کی رنگ آمیزیاں یقیناً دلچسپ قابل قدر اور بے نظیر ہوتی ہیں۔ "فلسفی شاہ" کی تحریروں میں اگرچہ عربی اور فارسی کے الفاظ کا فقدان نہیں لیکن عمادی اور تاجور کی عبارتوں کی طرح ان میں جگہ جگہ مولویت نمایاں نہیں ہوتی۔

علامہ عبداللہ عمادی کی طرز تحریر کے نمونے:-

(۱) لیکن اقبال کا دل وحی الٰہی کا آئینہ دار ہے۔ کشف عطا نے اس کے سامنے سے آسمان و زمین کے پردے اٹھا دئے ہیں اور اس کو صاف نظر آرہا ہے کہ ۵ شعرھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نظامی نے مخزن اسرار میں جو فریاد کی تھی اس چودھویں صدی میں وہ دعا مستجاب ہونے کو

Marfat.com

ہے توحید کی عنقریب آنے والی عظمت کا نظارہ اس کے روبرو ہے اور وہ محو حیرت ہے کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی - ہر ایک اسلامی زبان کی شاعری میں یہ خصوصیت اقبال ہی کے لئے ودیعت تھی اور دنیا بھر میں یہی ایک حسان الہند ہے جو گوری شنکر (ایورسٹ) سے لے کر پیرینز تک کی چوٹیوں پر اعلائے نوائے نبوی کے لئے قوم کو آمادہ کر رہا ہے"۔ (تقریظ کلیات اقبال)

"بہت مدت گذری دنیا نے یہ سماں دیکھا تھا کہ عبداللہ المامون کے عہد میں عربی زبان تمام دنیا کے علوم و فنون کی سرمایہ دار ہو رہی تھی۔ اب بغداد کا وہی نظارہ حیدرآباد میں نظر افروز ہے - کہ شہریار دکن کی معارف نوازی اردو کو علمی زبان بنا رہی ہے جس کے آثار و آثر میں ایک لطیف نمونہ زیر نظر ہے"۔ (تنفید روح تنقید)

مولوی عبدالماجد کی طرز تحریر کے نمونے:۔

(۱) مولانا شبلی بظاہر یورپ کے مدمقابل بنکر اکھاڑہ میں اترے اور نادیدہ حریف پر پینیز"ے بدل بدل کر خوب خوب وار کئے۔ لیکن حالت یہ رہی کہ ادھر کسی حریف کی آمد کا نام لیا اور ادھر پٹا ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا قیاس ہوتا ہے کہ مولانا بھی ساری عمر مصروف خواب ہی رہے۔ بعض خواب ایسے ہوتے ہیں جن میں انسان اُٹھ کر چلتا پھرتا اور سارے کام کاج کرتا ہے۔ لیکن پھر بھی سوتا ہی رہتا ہے اور اس کی تمام حرکات بیداری کی نہیں بلکہ نوم ہی کی ماتحتی میں انجام پاتی رہتی ہیں کچھ ایسی ہی کیفیت شاید مولوی صاحب موصوف کی بھی رہی"۔ (اکبر کا آخری دور شاعری)

Marfat.com

(۲) یہ جملہ ایک عمل تسخیر تھا۔ عہد وپیمان، عزم وشہادت کا قلعہ بات کی بات میں مسخر ہو گیا۔ چہرہ پر سرخی کا آنا۔ لبوں پر خفیف سی مسکراہٹ کا نمودار ہونا اور زبان کا شکریہ کے لئے کھلنا آنا فانا کا کام تھا بالآخر چند منٹ کے بعد جب ملزم کی رہائی کا حکم سنا دیا گیا تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ اس فرمان رہائی پر ان چور صاحب کے بھی دستخط تھے۔" (فلسفہ اجتماع)

تاجور نجیب آبادی کی تحریر کی مثالیں:-

مولوی محمد حسین آزاد اگر آج زندہ ہوتے تو وہ اردو کا دور آخر لکھتے اور ان کا غم دوز قلم دنیائے ادب وشعر کی تباہیوں کا نما کہ کھینچتا۔ دہلی کا قدیم تمدن پرانی تہذیب اب کہاں علمی چرچے مٹ گئے پڑھے لکھے لوگ ایک ایک کر کے اٹھ چکے اور اس دیار غریب میں کوئی بہار باقی نہ تھی مگر پھر بھی مولوی ذکاء اللہ اور ڈپٹی نذیر احمد کے دم سے دہلی کا علمی چراغ روشن تھا، مفلس کے جیب میں چند سکے تھے فلک نے وہ بھی لے لئے اب اس کے پاس کیا رہا ہے لے دے کے مولوی سید احمد مولف فرہنگ آصفیہ غنیمت تھے شبنم کے قطرے خاروں کی پیاس کہاں تک بجھاتے تاہم کچھ زیست کا سہارا تھا۔ حیف وہ بھی نہ رہے اب دلی اور دلی کے مشاہیر کا فسانہ کیا اجڑا دیار بے نور بے رونق پڑا ہے۔

(از مضمون "مولوی سید احمد دہلوی" مطبوعہ رسالہ ہمایوں لاہور جلد (۶) نمبر (۸) جون ۱۹۲۴ء صفحہ ۳)

(۲) ہندوستانی تعلیم ایسے لوگوں کے ہاتھ میں نہیں جو ہماری ضروریات و حالات سے بے خبر ہیں ایسی زبان میں ہے جس سے ہمارے منہ ہمیشہ اجنبی رہیں گے

Marfat.com

ایسے مقاصد کے زیر اثر ہے جو ہماری قومی نشو و نما اور ملکی ارتقار کے لئے مفید نہیں ایسے آئین و قوانین کے ماتحت ہے جو اسے عام ہونے سے روکتے ہیں انہیں وجوہات سے جہالت اپنے تمام تباہ کن عواقب کے ساتھ اہل ملک پر مسلط ہے۔

(از مضمون "عثمانیہ یونیورسٹی" مطبوعہ رسالہ ہمایوں لاہور جلد نمبر (۳) (۳) صـ۱۶۲ مارچ سنہ۱۹۲۱ء

نظم طباطبائی اور اسلم جیراجپوری کی تحریروں میں اگرچہ مولویت نمودار نہیں رہتی۔ لیکن اول الذکر کی عبارتیں پکار پکار کر کہنے لگتی ہیں کہ ہمارا لکھنے والا پرانی طرز کا انشا پرداز اور تحقیقی قابلیت رکھنے والا عالم ہے۔ اور حافظ اسلم جیراجپوری کے اسلوب میں شبلی کی جدید تحقیقاتی روش اور ذکاءاللہ دہلوی کی سنجیدگی جگہ جگہ جھلک پڑتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی انشا پردازی حالی کی اکثر عبارتوں کی طرح ہر جگہ آزاد کی ادبیت کی ہم آہنگ نہیں ہونے پاتی۔

علامہ طباطبائی کی نثر کے نمونے:۔

(۱) مجھے نواب مرزا شوق اور نواب مرزا داغ کی زبان ایک ہی معلوم ہوتی ہے۔ مرحوم عبدالرحیم خاں صاحب بیدل دہلوی جس زمانہ میں حیدر آباد میں تھے اس کو تیس برس کا عرصہ ہوا مجھ سے بیان کرتے تھے کہ داغ ہماری زبان میں شعر نہیں کہتے۔ اس زمانہ میں داغ بھی حیدر آباد میں موجود تھے اور مشاعروں میں آیا کرتے تھے۔ یہ فرمانا ان کا بے جا نہ تھا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ شوق کی زبان آج تک مروج و مانوس ہے۔ اور خواجہ اثر کی زبان کہنہ و متروک۔ ہاں دیکھنا یہ ہے کہ روانی و برجستگی کس کے کلام میں پائی جاتی ہے اور تصنع و

Marfat.com

آورد کس کے اشعار میں اس کا فیصلہ بہت آسان ہے۔" (اثر وثوق)

۲ ایک زمانہ میں عنترہ بنی عامر میں جاکر رہا تھا۔ اور اپنی قوم والوں سے لڑائی چھیڑ دی۔ قیس بن زہیر نے عنترہ کو لاکھ لاکھ بلایا مگر یہ بگڑا ہی رہا نہ آنا تھا نہ آیا۔ ادھر دشمنوں نے حد سے زیادہ دبانا شروع کیا۔ آخر قیس کی بیٹی جانہ شرفائے بنی عبس کی اور عورتوں کو بھی ساتھ لے کر عنترہ کے پاس آئی اور یہ کہا کہ اگر تو اب بھی الگ رہا تو دیکھ بنی عبس تباہ جائیں گے۔

(عنترہ بن شداد)

مولانا اسلم جیراجپوری کی طرزِ تحریر کے نمونے :۔

۱ بنی عباس کے زمانہ میں جو یونانی کتابیں عربی میں ترجمہ کی گئیں ان میں مجسطی بھی تھی۔ پہلے یحییٰ بن خالد برمکی وزیر نے کسی شامی سے اس کا ترجمہ عربی میں کرایا تھا لیکن وہ صحیح نہ نکلا۔ اس لئے دوبارہ ثابت بن قرہ نے صحیح ترجمہ کیا۔ لیکن مسلمان اس کتاب کے ترجمہ ہونے سے پہلے جغرافیہ کی ابتداء کر چکے تھے کیونکہ وہ ملکوں ملکوں طلب علم کے لئے سفر کرتے تھے۔ علاوہ بریں تمام دنیائے اسلام سے فریضہ حج ادا کرنے کے لئے ان کو بیت اللہ کا سفر کرنا پڑتا تھا۔ اس لئے نہ صرف تجارت اور فتح کی غرض سے بلکہ علمی اور مذہبی ضرورت سے بھی جغرافیہ دانی ان کے لئے لازمی تھی۔ چنانچہ سب سے پہلے مقامات، راستے اور فاصلے وغیرہ کی تفصیل میں جو کتابیں اسلام میں لکھی گئیں وہ ان علماء کی تھیں جن کے کجاوے طلبِ علم میں ہر وقت کھلے رہتے تھے۔ مثلاً اصمعی اور سکونی وغیرہ۔"

۲ ممالک کے نقشے دراصل تاجروں اور ان سے زیادہ فرمانرواؤں کے لئے

Marfat.com

ضروری ہیں۔ کیونکہ ان کے وسیلے سے ممالک کے فاصلوں اور حالتوں کا اندازہ لگا کر ان کے انتظام میں سہولت ہوتی ہے۔ مسلمانوں نے بھی ابتداء میں ممالک کے نقشوں کی طرف خاص توجہ رکھی"۔ (فن جغرافیہ اور مسلمان)

سید سلیمان ندوی عبدالسلام ندوی اور صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن خاں شروانی تینوں شبلی کے اسلوب بیان کے متبع ہیں مگر شروانی کی تحریریں بہ نسبت اول الذکر انشا پردازوں کے زیادہ بانکی اور شگفتہ ہوتی ہیں، عبدالسلام کی عبارتوں میں علمی تحقیق کے علاوہ ادبی حلاوت بھی پائی جاتی ہے جو ایک دوسری شکل اختیار کر کے مولانا سلیمان ندوی کی عبارتوں کو عبدالماجد کی عبارتوں کی طرح عکسی تصویروں میں منتقل کر دیتی ہے۔

نواب شروانی کے اسلوب کے نمونے :-

(۱) اس کشمکش میں آپ کا طرز عمل ثابت کر دے گا کہ آپ حصول تعلیم میں کہاں تک کامیاب ہوئے اور اس جامعہ کی تربیت نے کتنا گہرا اثر آپ کے دل دماغ پر کیا آئندہ زندگی کا میدان آپ کی نگاہوں میں امید کا ایسا دلکش سبزہ زار ہے، جس کی کامیابی کی راحت لہرا رہی ہے۔ اور فتح و فیروزی کی بشارت سامعہ نواز ہے اس دل خوش کن خیال میں خلل انداز ہونا سنگدلی ہو سکتا ہے مگر جذبۂ خیر خواہی مجبور کرتا ہے کہ میں آپ سے کہوں کہ اس سبزہ زار میں کانٹے بھی ہیں، نشیب و فراز بھی"۔ (خطبہ جلسہ تقسیم اسناد جامعہ عثمانیہ)

۲ واقعات ختم ہوئے۔ افسانہ نہیں واقعات۔ واقعات کے نتائج پر غور ہمیشہ سبق آموز ہے۔ آج "تعلیم و تربیت" بچہ بچہ کی زبان پر ہے۔ اور گردن غرور

Marfat.com

کی بلندی حقیقت کے مشاہدے سے معذور کر چکی ہے ۔ انصاف سے دیکھو کہ آج کوئی تربیت گاہ ایسی ہے جہاں عرفی کی قابلیت کے ادیب پیدا ہوں ۔ نہ کہنا کہ عرفی کی کیا ضرورت ہے ۔ بیسیوں یونیورسٹیاں آج بھی خاقانی و عرفی کا کلام پڑھا رہی ہیں"۔ (دیوان عرفی شیرازی)

مولانا سلیمان ندوی کے اسلوب کے نمونے :۔

(۱) ذرا ٹھہر جائیے اور ایک لمحہ غور کیجئے ! یہ غلط کاری سر منزل نہیں بلکہ سر راہ واقع ہوئی ہے ۔ فتنہ غدر کے بعد جب ہم نے آنکھیں کھولیں تو ایک ایسے رہنما کو اپنے قافلہ کا رہبر پایا جو مذہب تعلیم اور سیاست تینوں کی قافلہ سالاری کے فرائض خود تنہا انجام دے رہا تھا ۔ منزل ترقی کے یہ تینوں راستے مختلف جہات تھے ۔ اس لئے ایسے قافلہ سالار کے لئے تصادم مصالح ناگزیر تھا ۔

شذرات معارف جلد (۲) نمبر (۲)

۲ ربانی صحائف عشق کا آخری ہوشمند سرشار، ریاض محبت کی بہار جاوداں کا آخری نغمہ خواں عندلیب، نظارہ جمال حقیقت کا پہلا مشتاق، مستور ازل کے چہرہ زیر نقاب کا پہلا بند کشا زندگی کے آخری گھنٹوں میں ہے"۔ مرض کی شدت ہے ۔ بدن بخار سے جل رہا ہے، اٹھ کر چل نہیں سکتا ۔ لیکن یک بیک وہ اپنے میں ایک اعلان خاص کی طاقت پاتا ہے ۔ مسجد نبوی میں جاں نثار حاضر ہوتے ہیں سب کی نظریں حضور کی طرف لگی ہیں نبوت کے آخری پیغام کے سننے کی آرزو ہے"۔ (محبوب النبی ادارہ اسلام)

مولوی عبدالسلام ندوی کی طرز تحریر کے نمونے :۔

Marfat.com

(۱) مسلمانوں میں آج بہت سے لوگ ہیں جو مغربی علوم میں مہارت رکھتے ہیں، بہت سے لوگ ہیں جو قدیم مشرقی علوم سے واقف ہیں اور بہت سے لوگ ہیں جو سیاست و تدبیر کے مرد میدان ہیں۔ لیکن صرف نواب عماد الملک ایک ایسے بزرگ تھے جو ان سب کا مجموعہ تھے۔ اس لئے ان کی وفات سے اس قحط الرجال میں جو جگہ خالی ہوئی ہے وہ مدتوں خالی رہے گی اور اسلامی جماعت کے تمام حلقوں میں ایک مدت تک ان کی وفات پر ماتم کیا جائے گا۔"

نواب عماد الملک نمبر (۶) جلد (۱۷)۔

۲ ہندوستان کا آزاد خیال گروہ اگرچہ اپنی آزاد خیالی کا صور نہایت بلند آہنگی کے ساتھ پھونکتا ہے۔ لیکن یہ بلند آہنگی زیادہ تر سرسید، چراغ علی شبلی، امیر علی اور بعض انگریزوں کی آواز بازگشت ہوتی ہے، خود اس کی تحقیق و تدقیق کا کوئی حصہ اس میں شامل نہیں ہوتا، لیکن مصر کا جدید طبقہ بذات خود مطالعہ اجتہاد اور تحقیق و جستجو سے کام لیتا ہے اور اس کے بعد جو کچھ کہتا ہے وہ طوطی کی طرح کسی کے رٹائے ہوئے الفاظ کی تکرار نہیں ہوتا۔"

(امام غزالی اور فلسفہ اخلاق معارف جلد (۱۸) نمبر (۳)

اس زمانہ میں جب انگریزی اور عربی وغیرہ زبانوں کے ترجمے اردو میں کثرت کے ساتھ ہونے لگے ہیں۔ بعض حضرات کو اس خیال میں ترقی دینے کی رغبت ہوئی ہے کہ اردو جس خاندان السنہ سے تعلق رکھتی ہے اسی کے الفاظ اردو میں کثرت کے ساتھ اختیار کئے جائیں اور جس قدر نئی نئی اصطلاحیں بنائی جائیں وہ سب بھی اسی خاندان کے اصول کے مطابق ہوں۔ اس سے قبل حالی اسی کو پیش نظر

Marfat.com

لکھتے ہوئے اپنی تحریروں میں ہندی الفاظ اختیار کرنے لگے تھے، غالباً آزاد کو
بھی اس کا خیال تھا، خواجہ حسن نظامی بھی خواہ کسی مقصد سے کیوں نہ ہو اس پر
برابر کاربند ہیں۔ اور وحیدالدین سلیم بھی اخباری دنیا کی خاطر اس کام کو انجام دیتے
رہے ہیں۔ لیکن عبدالحق نے اس امر کو خاص طور پر اہم قرار دیا اور سلیم سے اس کے
متعلق ایک کتاب لکھنے کی فرمائش کی جو "وضع اصطلاحات" کے نام سے شائع ہوئی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عبدالحق اور ان کے ہم خیالوں نے جو اس امر کا خاص
طور پر التزام کیا ہے کہ عربی فارسی کی جگہ بھاشا کے الفاظ استعمال کیے جائیں کئی حیثیتوں
سے قابل قدر ہے۔ لیکن نیاز کے متبعین کی طرح عبدالحق کے طرفدار بھی اکثر دفعہ
حد سے متجاوز ہو گئے ہیں۔ جب کوئی شخص کسی کام میں حد سے زیادہ منہمک ہو جاتا
ہے۔ تو پھر اس کو اس کام سے متعلقہ برے بھلے کی تمیز باقی نہیں رہتی۔ جس طرح
ایک دولت مند اوّل اوّل دولت صرف اس خیال سے جمع کرنے لگتا ہے کہ اس
کے ذریعے راحت اور چین حاصل کرے۔ لیکن جب دولت جمع ہونے لگتی ہے تو رفتہ رفتہ
یہ خیال اس کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے اور خود دولت اس کا مطمح نظر ہو جاتی ہے
اسی طرح ہمیں اندیشہ ہے کہ اس خیال کے علمبرداروں کا مطمح نظر ان مبتدی مضمون
نگاروں کی طرح جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہیں یہ نہ رہ جائے کہ ہندی بھاشا
کے زیادہ سے زیادہ الفاظ اور اصطلاحیں اختیار کی جائیں۔ اور زبان اس امر کا
امتیاز باقی نہ رہے کہ اس طرح سے اردو کو ایک زبردست نقصان پہنچے گا جس طرح
ارباب دارالمصنفین (اعظم گڈھ) علمی اور عملی نیز ظاہری اور معنوی حیثیتوں سے شبلی کے
پرجوش مقلد ہیں، انجمن ترقی اردو (اورنگ آباد) کے اکثر کارکن جن میں مولوی عبدالحق

Marfat.com

علاوہ سلیم اور ہاشمی فریدآبادی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں) حالی کے پُرخلوص معتقد ہیں۔ اگرچہ حالی کے لئے زمانہ نے شبلی کی مشہور یادگاروں کی طرح کوئی اکیڈمی نہیں قایم کی۔ لیکن نہایت مسرّت کا مقام ہے کہ وہ ناانصاف بھی نہیں ثابت ہوا۔

علاوہ ایک مخصوص ذہنیت اور ذوقِ ادب کے عبدالحق اور سلیم کا اسلوب بیان فی الجملہ حالی کی طرز انشا پردازی سے ملتا جلتا ہے۔ کسی ادیب کی زبردست کامیابی یہ ہے کہ وہ اپنی خداداد دوربینی کے ذریعہ سے مستقبل قریب میں اپنے ملک اور ادب کے جو رجحانات ہوں گے۔ ان کا صحیح اندازہ قایم کرلے اور پھر اس کے مطابق اپنے کارناموں کی تخلیق کرے۔ حالی نے اس قسم کی تخلیق کی ابتداء کی اور مولوی عبدالحق اور پروفیسر سلیم نے اس کو اختتام تک پہنچا دیا۔

عبدالحق کا اسلوب بیان حالی سے زیادہ شگفتہ معلوم ہوتا ہے۔ حالی کو بعض بعض جگہ انگریزی کا کوئی خیال ظاہر کرتے وقت یا کسی عام خیال کو انگریزی اسلوب میں پیش کرنے کے لئے اپنی عبارت میں تعقید پیدا کرنی پڑتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خیالات کی گراں باری سے مغلوب ہوئے جارہے ہیں۔ برخلاف اس کے مولوی عبدالحق اگر انگریزی کے ادق سے ادق خیال کو بھی اردو کا جامہ پہنانا چاہتے ہیں تو اس قدر شگفتگی اور سادگی پیدا کر دیتے ہیں کہ وہ خالص اردو معلوم ہونے لگتا ہے وہ کہیں کہیں اپنے کسی ایک ہی خیال کو تین تین چار چار بلکہ بعض دفعہ اس سے زیادہ ہم معنی مگر مختلف طرز کے خوبصورت جملوں کے ذریعے سے ظاہر کرتے ہیں، جن کی وجہ سے پڑھنے والے کو نہ صرف اس خیال کی اہمیت معلوم ہو جاتی ہے بلکہ ایک خاص قسم کی ادبی حلاوت بھی حاصل ہوتی ہے۔

Marfat.com

اگرچہ سلیم کا قلم بھی انشاپردازی کے اس گر سے ناواقف نہیں ہے۔ لیکن ان کی ولولہ خیز طبیعت اور پرجوش ذہنیت نے ان کے اسلوب میں ایک خاص انفرادی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ وہ کارلائل کی طرح جو کچھ لکھتے ہیں متاثر ہو کر لکھتے ہیں۔ اُن کی قلبی وارداتیں اور ذہنی حالتیں اکثر دفعہ الفاظ کے حجابوں کو چیرتی ہوئی بے نقاب ہو کر نکل پڑتی ہیں۔ سلیم ایک آزادہ رو انشاپرداز ہونے کے باوجود کارلائل کی طرح زبان کا خون کرنا کبھی پسند نہیں کرتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے اسلوب بیان کے فطری جوش میں جامعہ عثمانیہ حیدرآباد سے متعلق ہونے کے بعد سے ایک خاص تغیر ضرور پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن پھر بھی بہ نسبت مولوی عبدالحق کی تحریروں کے ان کی عبارتیں زیادہ جوشیلی ہوا کرتی تھیں۔

عبدالحق کی نظریں جب کسی چیز پر پڑتی ہیں تو وہ صرف اس کے سنجیدہ اور علمی پہلو پر پڑتی ہیں۔ سلیم ایک شاعرانہ طبیعت رکھنے والے انشاپرداز ہیں۔ ان کی نگاہوں میں کسی چیز کا صرف علمی پہلو ہی نہیں آتا بلکہ اس کی شعری کیفیتیں بھی ان کے آگے خود کو بے حجاب کر دیتی ہیں۔ اس حیثیت سے وہ اردو کے آسکر وائلڈ ہیں۔ ان کی نگاہوں میں لفظوں کی قدروقیمت بالکل مستقل ہوتی ہے۔ ان کے ذہن میں سکن کی طرح ہر لفظ ایک خاص معینہ معنی کے ساتھ داخل ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان کے بیان میں تکرار نہیں پائی جاتی۔ بایں ہمہ ڈی کونسی کی طرح ان کا لفظی مخزن نہایت وسیع ہے شاید ہی اردو کا کوئی ادیب ہوگا جس کے ذہن میں لفظوں کے پرے کے پرے اپنی تمام ... کے ساتھ ہر وقت موجود رہتے ہوں۔

عبدالحق جب کسی فضا میں قدم رکھتے ہیں تو اس کی وسعت اور پورے ماحول پر

Marfat.com

ان کا ذہن حاوی ہو جاتا ہے ۔ برخلاف اس کے سلیم جب اسی فضا میں داخل ہوتے ہیں ۔ تو اگرچہ ان کو اس کی بسیط کائنات اور وسعت حدود کی پروا نہیں ہوتی ۔ لیکن وہ اس کی جملہ عمیق گہرائیوں یہاں تک کہ اس کے ایک ایک ذرہ کی ماہیت سے تفصیل وار روشناس ہو جاتے ہیں ۔

سلیم کا اسلوب بیان، سادگی ادا اور سنجیدگی کے لحاظ سے اگرچہ ان کے ہم وطن حالی کے اسلوب سے بہت کچھ مشابہ ہے ۔ لیکن ان کی تحریروں میں آزاد کا جوش اور اثر پذیری کی کیفیات بھی جگہ جگہ اپنی جھلکیاں دکھاتی رہتی ہیں ۔ اسی طرح اگرچہ عبدالحق فی الجملہ حالی کے پیرو ہیں ۔ لیکن ان کی طرز انشاپردازی رنگینی اور شگفتگی کے باعث علامہ شبلی کے پیرایہ بیان سے بھی کہیں کہیں ہم آہنگ ہو جاتی ہے ۔

پروفیسر سلیم کی طرز تحریر کے نمونے :۔

(۱) عقلی اور دماغی قوتوں سے صحیح طور پر کام لینا بھی اس بات پر موقوف ہے کہ انسان کا جسم تندرست اور توانا ہو ۔ جن لوگوں کے جسم توانا اور تندرست نہیں ہیں ۔ ان کی تمام قوتیں آہستہ آہستہ دھیمی پڑ جاتی ہیں اور عقلی اور دماغی قوتوں کی چمک دمک باقی نہیں رہتی ۔ شگفتگی اور زندہ دلی اسی جسم میں رہ سکتی ہے جو تندرست ہو اور چستی اور ہوشیاری اسی بدن میں ہو سکتی ہے جس میں خون اپنی قدرتی رفتار پر گردش کر رہا ہو " .... (ریاضت جسمانی معارف)

۲ اگر تم دولت کی قدر و قیمت معلوم کرنی چاہتے ہو تو اس کی آسان ترکیب یہ ہے کہ تم کسی سے قرض نہ لو اس تجربہ سے تم یہ جان جاؤ گے کہ جو شخص کسی سے

Marfat.com

قرض لیتا ہے وہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہو جاتا ہے۔ اگر تم اپنے سوا اوَ کے مقروض ہو تو یقین کر و کہ تم اس کے غلام ہو۔ ہر ایک روپیہ جو تم اپنے ہمسایہ سے قرض لیتے ہو وہ تمہاری ذاتی شرافت اور آزادی کی قیمت ہے جس کے عوض میں تم نے اس شرافت اور آزادی کو دوسرے کے ہاتھ گرو کر دیا ہے۔ افلاس انسان کی دلیری اور آزادی کو ملیامیٹ کر دیتا ہے۔ غور کرو کہ خالی تھیلی جس میں روپیہ نہیں ہے فرش پر سیدھے کھڑی نہیں ہو سکتی۔

(قرض)

مولوی عبدالحق کی طرزِ تحریر کے نمونے :۔

(۱) "غالب کا کلام ایک لازوال نعمت ہے۔ جوں جوں زمانہ گذرتا جاتا ہے۔ اس کی قدر بڑھتی جاتی ہے۔ جب تک اردو زبان زندہ ہے اس کے زندہ رہنے میں کلام نہیں۔ اگر یہ نہ بھی رہے تو بھی یہ کلام زندہ رہے گا۔ کیونکہ اس کا کمال محض الفاظ اور زبان پر منحصر نہیں بلکہ ان قیود سے بالا و برتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی متعدد شرحیں لکھی جا چکی ہیں۔ اور آئندہ سیکڑوں لکھی جائینگی۔ اور بہتیرے شارح اس کلام کے سایہ میں اپنی جدت اور ذہانت کے دکھانے کے موقع ڈھونڈیں گے"

(تبصرہ رسالہ اردو)

(۲) "محسن الملک کے خطوں میں جوانی کی بے چینی اور تلون ہے۔ اور وقار الملک کے خطوں میں بڑھاپے کی دانائی اور دور اندیشی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ محسن الملک ہمیشہ جوان رہے اور وقار الملک سدا کے بڈھے تھے۔

Marfat.com

محسن الملک جذبات سے مغلوب ہو جاتے تھے ۔ اور وقار الملک جذبات پر غالب آنے کی کوشش کرتے تھے ۔ محسن الملک معاملہ کا رنگ بدلتا دیکھ کر مضطرب ہو جاتے اور ریشہ دوانیاں شروع کر دیتے اور وقار الملک معاملہ کو معاملہ سمجھ کر سکون کے ساتھ مقابلے کے لئے تیار ہو جاتے ۔"

(تبصرہ)

Marfat.com

(۸)

اردو نثر کے رجحانات

ارتقائے نثر اردو کے اظہار اور بعض مخصوص انشا پردازوں کے اسالیب پر ایک سرسری نظر ڈالنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اردو اسلوبوں کے عام رجحانات کے متعلق گذشتہ مضمون کے خلاصہ کے طور پر مختصر سی بحث پیش کی جائے۔ اردو کے اسلوب بیان میں اب تک متعدد رجحان پیدا ہوتے رہے ہیں جن میں سے بعض کا ذکر ہم یہاں کرتے ہیں۔

ا

اردو نثر کی ابتدائی کوششوں سے فورٹ ولیم کالج تک ادبی کارناموں کے زمانہ تک اردو کا اسلوب تکلف اور تصنع میں شدت کے ساتھ ترقی کرتا چلا گیا اور غدر کے قریب زمانہ کی اکثر کتابیں تو اس کے لحاظ سے معراج کمال پر پہنچی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ اردو لکھنے والے عام طور پر وہی تھے

Marfat.com

جن کی مادری زبان فارسی تھی۔ اور دوسری یہ کہ اردو کی اکثر کتابیں یا تو فارسی کا بالکل ترجمہ تھیں یا کسی طرح سے اس پر مبنی تھیں اس امر کے متعلق آزاد لکھتے ہیں۔

زبان اردو کے پاس جو کچھ سرمایہ ہے وہ شعرائے ہند کی کمائی ہے جنھوں نے فارسی کی بدولت اپنی دوکان سجائی ہے اس کی سرزمین کی ہوا اگر می ہوئی ہے۔ جو کچھ ہے وہ اتنا ہی ہے کہ فارسی کے پروں سے اڑی لفاظی اور مبالغوں کے زور سے آسمان پر چڑھ گئی وہاں سے جو گری تو استعاروں کی تہ میں ڈوب کر غائب ہو گئی۔

اس کی طبع آزمائی کا زور اب تک فقط چند مطالب میں محصور ہے مضامین عاشقانہ، گلگشت مستانہ، نصیبوں کا رونا، امید موہوم پر خوش ہونا امرا کی ثنا خوانی، جس پر خفا ہوئے اس کی خاک اڑائی البتہ ان رنگوں میں اس نے لطافت اور نازک خیالی کو یہاں تک پہنچایا کہ حد سے گزار دیا۔ فارسی میں صدہا نثر و نظم کی کتابیں ہیں جن کے خیالات باریکی و تاریکی عبارت میں جگنو سے اڑتے نظر آتے ہیں، لیکن کیا حاصل؟ اس انداز میں اصل ماجرا ادا کرنا چاہو تو ممکن نہیں، ایسی ماں کا دودھ پی کر اردو نے پرورش پائی تو اس کا کیا حال ہوگا؟

فارسی دانوں اور فارسی ترجموں کے اثر کے علاوہ اردو کے اسلوب میں تعقید اور تصنع پیدا ہو جانے کی تیسری وجہ یہ تھی کہ (جس طرح اس مضمون کے پہلے ہی عنوان میں بیان کیا گیا ہے) زبان زبان دانوں کی رغبتوں کے ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ اور چونکہ پہلے پہلے اردو دانوں کا عام میلان مذہب کی جانب تھا

Marfat.com

اس لئے مذہب کے متعلق جتنے الفاظ اور اصطلاحات عربی فارسی میں رائج تھیں۔ان سب کا اردو میں استعمال کرنا ضروری تھا۔جن کے بغیر اس زمانہ کے انشاپرداز اپنے حقیقی مقاصد میں پوری طور پر کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔ لیکن آخرکار یہ بھی ایک ایسا عنصر بن گیا جس کے باعث غدر کے قریبی زمانہ میں اردو نثر تعقید اور تکلف میں محصور ہو گئی۔

اگرچہ ارباب فورٹ ولیم کالج نے اس امر کی بوجہ احسن کوشش کی کہ اُردو عربی و فارسی کی تقلید کے حلقہ مسموم سے آزاد ہو جائے اور اس کے اسلوب میں سادگی اور روانی پیدا ہو جائے۔ لیکن اس وقت سوائے انہی کے ادبی کارناموں کے عام اردو تحریروں کا رنگ نہیں بدل سکا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ میں اس قسم کی انشاپردازی کا مذاق شدت سے دل نشین ہو گیا تھا۔ اس وقت وہی ادیب کامل الفن سمجھے جاتے تھے جن کے اسلوب میں زیادہ سے زیادہ رنگینی اور تکلف پایا جاتا۔چنانچہ جب ''انشائے بہار بے خزاں'' میں بہترین انشاپردازی کے نمونے پیش کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو مولانا غلام امام شہید نے مسجع اور مقفیٰ عبارتیں ہی لکھ کر پیش کیں۔اور صرف یہی نہیں اگر اس زمانہ میں کوئی مصنف اپنی کتاب کو مقبول عام بنانا چاہتا تو وہ اس کو اپنے سے زیادہ مقفیٰ اور پرتکلف عبارتیں لکھنے والے ادیب سے لکھواتا تھا چنانچہ سرسید نے اپنی وہ مشہور کتاب جس کا نام ''آثار الصنادید'' ہے اول اپنے قلم سے نہیں لکھی بلکہ مولانا امام بخش صہبائی سے لکھوائی جو اس زمانہ کے مشہور فارسی داں تھے اور اردو میں مقفیٰ اور مسجع عبارتیں لکھا کرتے تھے۔ مرزا غالب بھی

Marfat.com

اگرچہ خطوط میں بالکل فطری اور نہایت سادہ زبان لکھتے تھے۔ لیکن زمانہ کے اقتضا سے مجبور ہو کر دیباچوں اور تقریظوں وغیرہ کو بالکل پر تکلف اور پر تعقید اسلوب میں قلم بند کرتے تھے۔

اس وقت عام انشا پرداز سادہ اور صاف زبان استعمال کرنے کو معیوب سمجھتے تھے۔ جب میر امن باغ و بہار لکھتے وقت اسلوب بیان کی قدیم ڈگر سے ہٹ کر چلے اور فطری زبان استعمال کرنے کی کوشش کی تو بعض انشا پردازوں کو بُرا معلوم ہوا یہاں تک کہ مرزا رجب علی بیگ سرور اپنی کتاب "فسانۂ عجائب" میں ان پر طعن کیے بغیر نہ رہ سکے۔

قدیم طرز انشا پردازی سے اردو نویسوں کی ذہنیتیں اتنی شدت سے متاثر ہو چکی تھیں کہ اب ان کا تبدیل ہونا کوئی آسان کام نہ تھا چنانچہ آزاد جنھوں نے متعدد دفعہ اس رنگ کا مضحکہ اُڑایا ہے، خود بھی اکثر عبارتیں اسی رنگ میں لکھ جاتے ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ وہ اپنی تحریروں میں متعدد بار کاٹ چھانٹ کیا کرتے تھے، اس قسم کی مقفیٰ اور پرانے اسلوب کی عبارتیں (جن کو وہ معیوب سمجھتے تھے) ان کی نظروں میں بہت کم کھٹکتی تھیں۔ اس قدیم طرزِ روش کا اثر اتنا گہرا تھا کہ سنہ ۱۹۱۷ء میں جب ایک کتاب (بحر الفصاحت) فنون فصاحت و بلاغت اور عروض کے متعلق شایع کی جاتی ہے تو اس میں لفظوں اور معنوں کے لحاظ سے اردو نثر کی علحدہ علحدہ چار قسمیں کی جاتی ہیں۔ مثلاً باعتبار الفاظ اردو نثر کی حسب ذیل چار قسمیں قرار دی جاتی ہیں۔

۱۔ مرجز۔ ۲۔ مقفیٰ۔ ۳۔ مسجع۔ ۴۔ عاری۔

Marfat.com

۱ مرجز وہ نثر ہے جس میں وزن شعر ہو اور قافیہ نہ ہو مثلاً
"دیوان حقیقت کے مطلع کے ہیں دو مصرع، اک حمد الٰہی ہے، اک نعت پیغمبرؐ ہے، اس مطلع روشن کے، معنی منور سے، ہر ذرہ بھی ہے واقف، سنتے ہیں ازل سے سب، یہ مطلع نورانی، پر اس کے سوا اب تک اس ساری غزل میں سے، اک شعر نہیں پایا"۔ (آغا غنی تقریظ انتخاب یادگار مولفہ امیر مینائی)

۲ مقفیٰ وہ نثر ہے جو مرجز کے برعکس ہو یعنی جس میں قافیہ ہو لیکن وزن نہ ہو مثلاً
معشوق کی ہنسی پیشانی میں بوستانِ مسرت کی شان، عاشق کی جبیں گلستان کے باب پنجم کا عنوان اس کی سرنوشت رنگیں میں حسن کا افسانہ اس کے سرخط گلزار میں عبارتِ عاشقانہ اس کی چوٹی بنفشے کا جواب اس کی زلفوں میں عشق کا پیچ و تاب، (جادۂ تسخیر)

۳ مسجع وہ نثر ہے جس کے فقروں کے الفاظ وزن میں برابر ہوں اور حرفِ آخر میں بھی موافق ہوں مثلاً
پونڈا پھیکا اتنا بڑا کہ جس کی برائی بیان سے باہر ہے پونڈا میٹھا ایسا بھلا کہ اس کی بڑھائی گمان سے بڑھ کر ہے"۔ (دریائے لطافت)
پھر مسجع کی تین قسمیں قرار دی جاتی ہیں۔
۱۔ مسجع متوازی ۲۔ مسجع مطرف ۳۔ مسجع موازنہ۔

۱ مسجع متوازی میں فقروں کے آخر دو لفظ وزن اور حرف آخر میں متفق ہوتے ہیں۔ جیسے۔ وقار۔ حصار۔ مثلاً
جس کوچہ و بازار میں جاتی وہاں سامانِ عیش مہیا پاتی"۔ (گل بکاولی)

Marfat.com

(ب) مسجع مطرف میں فقرے کے کلمات آخر وزن میں مختلف اور حرف آخر میں متفق ہوتے۔ مثلاً:۔

اگر حکم ہو تو چند روز کے واسطے ہم جنبوں کی صحبت میں جاؤں اور ان کے آبِ وصال سے اس آگ کو بجھاؤں (گلِ بکاولی)

(ج) مسجع موازنہ میں دونوں فقروں کے الفاظِ آخر متفق ہوتے ہیں لیکن آخر میں حروف مختلف۔ مثلاً:۔

دیکھ روح ایک جوہر لطیف ہے اور مجھ کو بہت عزیز" (توبۃ النصوح)

۴ نثرِ عاری، اس کے متعلق مصنف بحر الفصاحت تحریر فرماتے ہیں۔

اس کے الفاظ میں نہ وزن کی قید ہے نہ قافیہ کی، یعنی ان سب باتوں سے عاری ہوتی ہے۔ اور اس کو روزمرہ اردو بھی کہتے ہیں۔ اور آج کل اردو میں اس قسم کی نثر بہت مروج ہے۔

نثر کی قسمیں باعتبار معانی یہ ہیں۔

۱۔ سلیس سادہ ۲۔ سلیس رنگین ۳۔ دقیق سادہ ۴۔ دقیق رنگین

۱ سلیس سادہ وہ نثر ہے جس کے معنی سہولت سے سمجھ میں آئیں اور جس میں مطلب بغیر رعایتِ مناسبات کے ادا کیا گیا ہو اس کی مثالیں عام ہیں۔

۲ سلیس رنگین وہ نثر جس کے معنی سہل ہونے کے ساتھ ادائے مطلب میں مناسبات الفاظ کی رعایت ہوتی ہے۔ مثلاً

اس سال نیا ساز و سامان ہے، ہولی شب برات بہار سے دست گریبان ہے۔ باغبان ازل فتنہ چمن نکالے گا۔ بوٹہ پتہ جوبن نکالے گا۔ (فسانۂ عجائب)

Marfat.com

۳ دقیق سادہ نثر جس کے معنی دقت سے سمجھ میں آئیں اور اس میں مطلب کو بدوں رعایتِ مناسبات کے ادا کیا گیا ہو مثلاً

یہ مسلم ہے کہ لغت کا موضوع لفظ مفرد ہے۔ مفردات اصلی، مادے کی جستجو، اشتراک لفظی یا معنوی، حقیقت یا مجاز بتانا اس کے عوارض ذاتی محل مبحث میں۔ لیکن اس کے موضوع کو مختلف غلطیوں سے مخلوط ہو کر خاص و عام کی زبان پر آتا ہے اس طور پر ملحوظ رکھنا کہ خالص زبان اور اس کے الفاظ اور مستعملات اغالیط ناگہاں سے الگ ہو کر ممتاز رہیں، یا بحث کے مقامات ان عوارض سے الگ رہیں جو عوارض ذاتی سے جدا اور اغراض غریبہ میں داخل یا اس کے عین ہیں

(مولوی عبدالحق خیرآبادی - تقریظ امیر اللغات)

۴ دقیق رنگین وہ نثر ہے جس کی عبارت کے معنی بھی مشکل ہوں اور ادائے مطلب میں مناسبت الفاظ کی رعایتیں بھی ہوں مثلاً۔

بلندی مرتبہ کو لباس خاکساری میں ایسا چھپایا تھا جیسے گردمیں آسمان رعونت تونگری کو لگد کوب فقر میں ایسا دبایا تھا جیسے زمین کے نیچے گنج شائیگاں اگر علم کا پاؤں قلہ کوہ پر نہ پڑتا ہیچ کوہ گرانی بار سے پشت گاؤ زبان پر تکیہ کرتی اور علم کی آنکھ باریک بینی کی طرف متوجہ ہوتی کثرت معنی وحدت کو صورت کثرت سے روشن شاہد کرتی"

(تذکرۃ الشعرا)

یہی اردو نثر اور اس کے اسلوب کی ساری بساط جس پر قریب قریب انیویں صدی کے آخری زمانہ تک اردو دانوں کو فخر تھا۔

Marfat.com

۲

اردو طرز انشاپردازی کا دوسرا رجحان پہلے اسلوب کے ردعمل کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کی ابتدا مقلدین اور غیر مقلدین کے جھگڑوں میں جو کتابیں لکھی گئی تھیں ان ہی سے ہو گئی تھی۔ لیکن سرسید سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے پرانے اسلوب کے خلاف باضابطہ صدائے احتجاج بلند کی اور محسن الملک حالی۔ آزاد۔ نذیر احمد اور شبلی سب سے پہلے انشاپرداز ہیں جنھوں نے صدائے لبیک کے ساتھ سرسید کے افکار کو اعمال کی شکل میں منتقل کر دیا۔

اردو زبان کے اسلوب کو فطری اور سادہ بنانے میں صرف انہی (متذکرہ بالا) بزرگوں نے کوششیں نہیں کیں بلکہ اس بارے میں ان حضرات نے بھی نادانستہ طور پر مدد دی جو پہلے نہ صرف سادہ نگاری کو معیوب خیال کرتے تھے بلکہ خود اردو زبان میں کچھ لکھنا ذلت (اور شاید گناہ بھی؟) سمجھتے تھے۔ یہ بالکل سچ ہے کہ "اردو زبان فطرت کا ایک زبردست کرشمہ ہے"۔ جس طرح اس مضمون کے چھٹے حصے میں بیان کیا گیا ہے کہ "تہذیب الاخلاق" اور سرسید کی مخالفتیں اسی صاف سیدھی زبان میں کیجاتی تھیں جو سرسید کے قلم سے اور تہذیب الاخلاق کے صفحوں پر پیش کی جاتی تھی۔ اس ہی طوفان کا شروع ہونا تھا کہ اردو زبان کے سادہ اور فطری اسلوب بیان کی سرچشمہ سوتیں اک دم ابل پڑیں۔ گویا ایک فوارہ تھا جو پہلے مقلدین اور غیر مقلدین کے جھگڑوں سے جاری ہوا اور ان کے فرو ہونے کے بعد رک گیا۔ لیکن وہ اب پھر موقع ملنے سے پورے جوش و خروش کے ساتھ اچھلنے لگا تھا۔ اس طرح اردو خود بخود صاف و سلیس عبارتوں سے مالا مال ہونے لگی۔

Marfat.com

۳

جب سرسید کی تعلیم اور اپنے اپنے مذاق کے مطابق اردو کے سنجیدہ انشاپرداز ادب، تاریخ، فلسفہ وغیرہ ہر فن کو اس کے موزوں اسلوب کے ذریعہ سے فطری زبان میں پیش کرنے لگے تو اردو میں ایک اور صنف اسلوب کا اضافہ ہوا اس کی وجہ یہ ہوئی کہ دہلی کے انشاپردازوں نے اپنے یہاں کی زبان اور لکھنو والوں نے اپنی زبان استعمال کرنی شروع کی جس کے باعث اردو کے اسلوب میں تفرقہ پیدا ہونا ضروری تھا۔ ان دونوں شہروں کی زبانوں میں اگرچہ کوئی بڑا اصولی فرق نہیں ہے لیکن ماحول اور تاریخی تغیرات کی بنا، پر دونوں کے اسلوب میں کچھ نہ کچھ فرق ہونا لازمی تھا۔ چنانچہ نذیر احمدؒ، راشد الخیری اور ناصر نذیر فراق وغیرہ کی عبارتوں اور سرشار اور شرر وغیرہ کی تحریروں میں بہ حیثیت مجموعی ضرور فرق پایا جاتا ہے۔

اس رجحان کا اثر یہ ہوا کہ اردو کے نثر نگاروں میں بھی شاعروں کی طرح فرقہ بندی پیدا ہوگئی۔ بعض لوگ دبستان دہلی کی پیروی کرنے لگے اور بعض لکھنو کی لیکن یہ سب وقتیہ باتیں تھیں۔ اس قسم کے امتیازات رفتہ رفتہ اٹھتے جا رہے ہیں اور اگر اردو کو تمام ہندوستان کی عام زبان بننا ہے تو انھیں اور بھی سرعت کے ساتھ معدوم ہو جانا چاہیے۔

۴

اردو کے اسلوب میں ترقی شروع ہونے کے بعد جس طرح فرقہ بندی کی طرف رجحان ہوا ایک دوسری نامناسب رغبت بھی رونما ہوئی اور وہ انگریزی الفاظ کا کثرت استعمال ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سرسید اور ان کے ساتھیوں ہی نے

Marfat.com

اس کی ابتدا، کی اور یہ کوئی جرم بھی نہ تھا۔ ہر زبان جب کہ وہ منازل ترقی میں گامزن ہوتی ہے۔ اس قسم کے خوشہ چینیوں سے ضرور بہرہ ور ہوتی رہتی ہے۔ لیکن بعض بد مذاق نثر نگاروں نے اس اصول سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا اور انگریزی کے اکثر الفاظ اردو میں جا و بیجا استعمال کرنے لگے۔ صرف یہی نہیں ہوا۔ بلکہ انگریزی کے پرستاروں نے بحیثیت مجموعی اردو کے اسلوب بیان کو بھی انگریزی کا پورا پورا چربہ بنا دینا چاہا اور اس کو اردو کی ترقی کا بہترین ذریعہ سمجھ لیا اس طرح سرسید کے اثر سے اردو میں جو فطریت اور سادگی پیدا ہو گئی تھی وہ ابھی اچھی طرح نشو و نما کرنے نہیں پائی تھی کہ اس قسم کی رکاوٹیں پیدا ہونے لگیں۔

۵

انگریزیت کے رجحان کا ترقی پانا تھا کہ عربی فارسی کے ماہرین کامل اور پرانی طرز کے انشا پردازوں میں ایک جوش پیدا ہوا اور انھوں نے اس نئے عنصر کے خلاف اس زور سے علم بغاوت بلند کیا کہ اردو کی رفتار ترقی کو ایک زبردست صدمہ پہنچا۔ ردِ عمل کی یہ پرجوش کوششیں "الہلال" کے ذریعہ سے افق اردو پر نمودار ہوئیں اور اگرچہ اب الہلال باقی نہیں لیکن اس کی روشنی سے اب تک دنیائے اردو کے بعض طبع متاثر نظر آتے ہیں اس میں شک نہیں کہ اردو[1] کو موجودہ حالت میں لانے کی جس حد تک یہ دونوں (یعنی عربی و فارسی) زبانیں ذمہ دار اس کا تقاضا ہے کہ اس میں عربی و فارسی کی آمیزش اسی نسبت سے ہونی چاہئے" اور نیز یہ کہ اردو[2] کے مصحفِ حسن میں فارسی خد و خال محض حسن کی اضافی حیثیات

---

[1] و [2] زبان اردو پر سرسری نظر۔ از مولوی رشید احمد صاحب صدیقی۔

Marfat.com

نہیں ہیں۔ اور اس کلیہ کو محض شاعرانہ حسنِ بیان پر محمول نہیں کرنا چاہیئے۔ پاکیزہ اردو جسے میں بلا خوفِ تردید ہندوستان میں وہی حیثیت دینا چاہتا ہوں جو فرنچ کو مغرب اور فارسی کو مشرق میں حاصل ہے۔ فارسی کے بغیر ایک جسد بے روح ہے" اس کے علاوہ "عربی مشتقات اور مصادر اگر کام میں نہ لائے جائیں تو پھر اردو ایک بے مایہ زبان رہ جاتی ہے، عربی ترکیبیں بعض اوقات اردو کی بہت سی مشکلات دور کرتی ہیں"۔

لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اردو کو بالکل ناقابل فہم بنا دیا جائے۔ یا کم ازکم یہ ہو کہ اس کو صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص کر دیں۔

کیا حسب ذیل اسلوب بیان اردو کی ترقی کا ذمہ دار ہو سکتا ہے؟

"احتیاج نوم" کے عنوان کے تحت لکھا جاتا ہے۔

حالت نوم میں روح نفسانی رجوع و اجتماع الباطن میں پیروی نفس کرتی ہیں ٹھیک اسی طرح جیسا کہ حرکات اجسام لطیفہ ممتازجہ میں ہوتا ہے جب کہ وہ بضرورت خلا ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ اور اس وقت میں وہ رطوبت جمع ہو جاتی ہے جو بیداری میں تحلیل ہوئی تھی اور ابخرہ رطب غلیظہ دماغ کے طرف اٹھ جاتے ہیں اور اس سبب سے اعصاب ڈھیلے اور نرم ہو جاتے ہیں۔ بوجہ اس انطباق کے باطن سے خارج کی طرف روح کا نفوذ اعصاب میں نہیں ہوتا ہے۔ اور کثافت انحراف مانع نفوذ ہوتی ہے۔ کیونکہ نفوذ روح باعصاب حسب تشریح جالینوس مثل نفوذ شعاع شمس فی الہواء والماء ہے۔

جب مسلمان انشا پردازوں نے قدیم لغتوں سے عربی وفارسی کے قیمتی الفاظ

Marfat.com

الفاظ نکال نکال کر لانے شروع کئے تو ہندوں کا خاموش رہنا ناممکن تھا۔ انھوں نے بھی سنسکرت اور بھاشا کے مشکل اور نامانوس لفظوں سے اردو دانوں کی ضیافت شروع کی پھر کیا تھا اردو بجائے ترقی کرنے کے دو متعصب اور ضدی طبقوں میں تقسیم ہو کر تباہ ہونے لگی اور یہ عمل اگرچہ اس وقت تک جاری ہے لیکن اس کلیہ کے مطابق کہ فطرت خود اصلاح کی طرف راغب ہے اس کی شدومد میں رفتہ رفتہ کمی ہوتی جا رہی ہے۔

۶

صرف ہندوؤں ہی نے عربی اور فارسی کے الفاظ اور ترکیبوں کی مخالفت نہیں کی بلکہ اکثر سنجیدہ مسلمان انشاپرداز بھی اس کے ردِعمل کی کوشش کر رہے ہیں اگرچہ ان میں سے بعض حد سے متجاوز بھی ہو جاتے ہیں۔

عربی و فارسی ترکیبوں کی مخالفت کا رجحان بعض انشاپردازوں کو صرف اسی خیال کی وجہ سے نہیں پیدا ہوا بلکہ اس کا ایک اور ہیچ بھی تھا اور وہ جامعہ عثمانیہ کے دارالترجمہ کے لئے وضع اصطلاحات کا اہم مسئلہ ہے۔ اس کے متعلق پروفیسر وحیدالدین سلیم نے ایک کتاب "وضع اصطلاحات" لکھی۔ جس میں حسب ذیل تین امور پر مفصل بحث پیش کی گئی ہے۔

۱۔ وضع اصطلاحات کے دو مختلف نظریئے ہیں جن میں سے ہر ایک کا ماننے والا ایک بڑا گروہ ہے۔

۲۔ اردو زبان جس خاندانِ السنہ سے تعلق رکھتی ہے اُن میں الفاظ سازی کے جو مشترک اصول ہیں ان کا بیان۔

Marfat.com

۳۔ ہماری زبان میں ترکیب استعمال کے کون کون سے طریقے پائے جاتے ہیں یہ رجحان نہایت معرکتہ الآرا ہے۔ اس کے متعلق آیندہ بھی بحث کی جائے گی۔

آج کل اردو اسلوب کا ایک خاص رجحان لطیف نگاری کی طرف ہے یہ رجحان مولنا ابوالکلام کی طرزِ انشا پردازی اور سر رابندر ناتھ ٹیگور کی نظموں کے ترجمہ اردو اسلوب کے عناصر سے مرکب ہے۔ اگرچہ ہر ترقی یافتہ زبان میں اس قسم کی طرز تحریر کا کبھی نہ کبھی پیدا ہونا لازمی ہے لیکن ابھی اردو پوری طرح اس قابل نہیں ہوئی تھی کہ اس میں اس قسم کی انشا کثرت کے ساتھ رواج پاتی۔ اردو کو سنجیدہ نگاری اور علمی مضامین میں ابھی بہت کچھ ترقی کرنی ہے۔ اور افسوس ہے کہ بہت پہلے ہی اس میں اس نوع کا اضافہ اور وہ بھی حد اعتدال سے زیادہ ہونا شروع ہو گیا۔ اس کی کثرتِ استعمال کے اسباب ہم نے اس کتاب کے گزشتہ باب میں بیان کر دئے ہیں۔ جناب اصغر (گونڈہ) نے اس کا ایک نفیس نقشہ اپنے ایک مضمون میں (جو انجمن اردوئے معلی مسلم یونیورسٹی علی گڈہ کے استفسارات کے جواب میں لکھا گیا ہے) پیش کیا ہے۔ ہم یہاں اس کے بعض جملے بطور اقتباس نقل کرتے ہیں جن سے اس رجحان کے متعلق کافی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔

ادب لطیف کا اصلی مفہوم اس لطیف طرز انشا سے ہے جو وسعتِ علم احساس شعریت و حکیمانہ نزاکتِ خیال کے باہمی امتزاج سے پیدا ہوتا ہے جس طرح پانی کے تلاطم و روانی سے خود بخود موجیں نمایاں ہو جاتی ہیں اسی طرح علم و فن کے نشر و ترقی سے "ادب لطیف" بھی آپ سے آپ عالم وجود میں آتا ہے۔ اردو زبان کی موجودہ وسعتوں کو دیکھتے ہوئے یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ ادب

Marfat.com

لطیف کا وجود کچھ قبل از وقت ہو گیا لیکن اس کی بہتات و فراوانی سے یہ اندیشہ ضرور ہے کہ کہیں یہ بھی اردو کی تکمیل میں سدراہ نہ ہو اس لئے کہ زبان کا اصلی وقار اس کے سنجیدہ سرمایۂ علمی سے ہے نہ کہ صرف خوبصورت و لطیف طرز انشا سے لطیف طرز ادا کا شمار اعراض میں ہے اور ظاہر ہے کہ اصل و اعراض میں حق مرجح کس کا ہے۔ لیکن یہ بحث تو ایک طرف میں تو بہ استغنائے چند حضرات کے یہ سمجھتا ہوں کہ اردو میں "ادب لطیف" کا مفہوم ہی ابھی عام طور سے نہیں سمجھا گیا۔

ادب لطیف کے نام سے چونکہ ہر قسم کی بے راہ روی و مطلق العنانی کا بھرم رکھا جا سکتا ہے۔ اس لئے اکثر نوجوانوں کا میلان طبع اسی طرف ہوتا جاتا ہے۔

اور غالباً اسی لئے ادب لطیف کا اہم ترین موضوع فکر بھی "عورت" ہے۔

ادب لطیف کا تقاضا یہ ہے کہ خواہ کسی موضوع پر بحث ہو مگر فکر و نظر کی جولانیاں کامل سنجیدگی کے ساتھ بھی حسن نسوانی ہی پر جا کر دم لیں "زہر عشق" "بہار عشق" وغیرہ میں قدامت و ابتذال پیدا ہو گیا تھا۔ مگر جب اس حقیقت پر "فلسفہ حسن و عشق" کا شفاف فانوس چڑھ گیا تو پروانگی اور خیرہ نگاہی کا پھر وہی عالم ہو گیا۔ جو پہلے تھا۔

ادب لطیف کے اور زلزلہ افگن و صاعقہ پاش تراکیب کے ہنگاموں میں کون کس کی سنتا ہے ...... بعض نوجوان اس خوبصورت گناہ کو حسن خیال کرتے ہیں۔ یہ الفاظ کی سحر کاریاں ہیں کہ جب چاہا اور جہاں سے چاہا حقیقتوں کا منظر تبدیل کر دیا۔ شور یہ ہے کہ یہ آرٹ ہے۔ اس لئے کہ خوش مذاقی شرط

Marfat.com

ہے مگر کوئی چپکے سے کہتا ہے کہ جی نہیں فسق و بزدلی بھی اس کے ضروری عناصر ہیں۔ الغرض "یہ حسن مذاق" یہ ارتعاش رنگین "یہ آشوب خیال" مع اپنے گاڑھے لعنت سامانیوں کے ادبی و معاشرتی زندگی میں اس قدر رچ گیا ہے کہ اب اس سے عہدہ برآ ہونا محال نظر آرہا ہے ... الآخرہ

(سہیل جنوری ۱۹۲۶ء صفحہ ۱۰۰ تا ۱۲۰)

۸

اردو کے موجودہ اسلوب میں جتنے اہم میلانات پائے جاتے تھے ان کا ہم نے کم و بیش تذکرہ کر دیا ہے لیکن ابھی ایک مخصوص رجحان کا ذکر باقی رہ گیا ہے جو غدر کے بعد ہی سے شروع ہو گیا تھا جس کی طرف ہم نے پہلے بھی اس امر کا اظہار کر دیا ہے کہ زبان ایک ٹریڈیشنل چیز ہے مصنوعی چیز نہیں۔ وہ خود بخود بدلتی اور بگڑتی رہتی ہے۔ اور ہر اہم واقعہ اس میں ایک انقلاب پیدا کر دیتا ہے۔ جب اہل زبان کے مذہب میں کوئی انقلاب ہوتا ہے تو ان کی زبان میں بھی مذہب کے متعلق خود بخود الفاظ پیدا ہونے لگتے ہیں۔ مثلاً ایمانیات، صلوٰۃ، نماز، روزہ وغیرہ الفاظ جو مذہب کے اثر سے پہلے عربی میں سیدھے لغوی اور معمولی معنوں کے ساتھ مستعمل تھے آج خاص اصطلاحیں بنے ہوئے ہیں۔

جب ایران پر عربوں کا تسلط ہو گیا تو ایران کی ہر چیز میں انقلاب پیدا ہو گیا اور سب سے پہلے تو زبان ہی پر اس کا اثر پڑا۔ چنانچہ ایران کی زبان جو پہلوی کی ایک شکل تھی، عربی کے اثر سے بالکل بدل گئی۔ یہاں تک کہ ایک صدی کے بعد پہلوی زبان کا سمجھنا خود ایرانیوں کے لئے دشوار ہو گیا۔ زبان کا یہی فطری تغیر و تبدل ہے۔

Marfat.com

جس نے لاطینی زبان کو موجودہ اطالوی اور ہسپانوی زبانوں کی شکل میں منتقل کردیا۔

اگر ہندوستان کی سیاسی حالت پر غور کریں تو اردو زبان کی نشو ونما اور اس کے اسلوب بیان کے تغیر و تبدل کے متعلق کافی تحقیقات ہوسکتی ہیں۔ اردو زبان کے پیدا ہونے کے بعد جب دکن کے غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینی ضروری سمجھی گئی تو مذہبی الفاظ اور اصطلاحات خود بخود اردو میں رائج ہونے لگیں۔ نیز اردو کے اسلوب میں متانت، خوبیٔ تفہیم اور دینی رنگ جھلکنے لگا۔ اس کے بعد جب دکن میں اسلامی سلطنتیں قایم ہوگئیں اور اردو کو بادشاہی اور امرائی درباروں میں (جو ہر لحاظ سے ایران کے مقلد تھے) بازیابی ہونے لگی اور فارسی سے ترجمے کیے جانے کی فرمائشیں کی گئیں تو اردو کا فارسی سے متاثر ہونا ایک فطری بات تھی چنانچہ وہ اسی سمت ترقی کرنے لگی اور فارسی اسلوب کا تکلف، رنگینی اور تعقید اردو میں بھی روشناس ہوگئی۔

جب اردو کا تعلق حکومتوں اور درباروں سے منقطع ہوگیا اور فارسی سے براہِ راست اسے کوئی لگاؤ نہ رہا تو اس کا نہج خود بخود روبہ اصلاح ہوگیا اور خصوصاً جب فورٹ ولیم کالج کے علم دوست انگریزوں نے اس کی طرف توجہ کی تو اس میں آزادی اور سادگی کی باضابطہ ابتدا ہوگئی۔ اس کے بعد جب اہل حدیث کے مذہبی جھگڑے شروع ہوئے تو پھر مذہبی الفاظ رائج ہونے لگے اور جب دنیائے اردو پر انگریزی حکومت مسلط ہوگئی اور اس کے بعد سرسید وغیرہ کے اثر سے ہندوستان میں تعلیمی سرگرمی پھیلنے لگی تو اس کے ساتھ ہی تعلیم کے متعلقہ الفاظ مثلاً تعلیم یافتہ، مطبع، اخبار، اشتہار، لیتھو وغیرہ فطری طور پر مستعمل ہونے لگے۔ اور ساتھ ہی اردو کے اسلوب میں سنجیدگی، علمیت اور ادبی شان کا اضافہ ہوگیا۔ نیز انگریزی اسلوب کا اثر بھی اردو تحریروں میں نمایاں

Marfat.com

ہونے لگا۔ جب پہلے پہلے ہندوستان میں انگریزی قانون رائج ہوا اور اردو میں
اس کے ترجمے ہونے لگے تو ہزار ہا قانونی الفاظ رائج ہو گئے مثلاً مستغیث، سمن،
ازالۂ حیثیت عرفی وغیرہ اور غالباً خود لفظ قانون کا مفہوم اسی زمانہ کی پیداوار ہے۔
اسی طرح اخباری دنیا میں انگریزی اخباروں کی ایمانداری کے ساتھ ترجمانی کرنے
کے لئے ضروری تھا کہ خاص خاص اصطلاحوں کے لئے اردو میں الفاظ گھڑنے
کے علاوہ اسلوب بیان میں بھی تبدیلی کی جائے۔ غرض جب سے سیاست کا اثر
ہندوستانیوں کی ذہنیتوں پر پڑنا شروع ہوا ہے اسی وقت سے اردو کے نہج میں
سیاسی رنگ جھلکنے لگا تھا۔ لیکن ظفر علی خاں سب سے مشہور انشا پرداز ہیں جنھوں
نے سیاسی تحریروں کے لئے ایک مخصوص اسلوب اختیار کیا۔ اگرچہ بظاہر یہ ایک
تفریح طبع کا سامان بھی ہے۔ لیکن اس کے ذریعہ سے ارباب حل وعقد بڑی بڑی
کام کی باتیں کر جاتے ہیں۔ آج کل یہ "ملا رموزی" کا جولانگاہ بنا ہوا ہے۔ ہر سر آوردہ
قومی یا ملکی واقعہ "ملا رموزی" پر تازیانہ کا کام کر جاتا ہے۔ جس کے بعد وہ اپنا قلمی
"تنبیہ الغافلین" سنبھالے بغیر نہیں رہ سکتے۔

ملا رموزی کی طرز تحریر کے نمونے:۔

پس آل انڈیا ختم کانگریس کانپور کے قتل سے فراغت ہوئی تو وطن واپس ہونا
دوبھر ہو رہا تھا۔ اور چشم تماشہ طلب کو کسی "مجمع" کی تلاش میں جب تاریکیاں آنے
لگیں تو کانپوری میزبان کی اجازت کے بعد یوری آن بان سے بستر ایک لٹھ کی
میں لٹکا کر کاندھے پر رکھ سانس جوڑ کر تو کانپور کے بڑے اسٹیشن پر جا پہنچے
اور پوری عجلت سے بستر فرسٹ کلاس ویٹنگ روم کے سامنے رکھ دیا تاکہ رخصت

کرنے والے احباب اور احبابیات سمجھیں کہ ہم فرسٹ کلاس میں سفر کرنے والے ہیں۔ اتفاق سے آج مسافروں کی تھی کثرت۔ جب ہم نے "بابوجی" سے فرسٹ کلاس ٹکٹ مانگا تو انھوں نے کہا کہ آپ دیر میں آئے۔ اس لئے فرسٹ اور سکنڈ کے ٹکٹ تو فروخت ہو گئے۔ البتہ تھرڈ کلاس کے کچھ ٹکٹ امانتاً میرے پاس ہیں۔" (علی گڈھ پنچ)

(۳) اگر بدظنی اور بدگمانی میاں مجنوں اور مسماۃ لیلیٰ بی تک ہی محدود رہتی تو چنداں مضائقہ نہ تھا کہ اس کے پیدا ہو جانے سے طالب و مطلوب میں ایک "غیر خونریز جنگ" یا ایک "لطیف جھجک" پیدا ہو جاتی ہے۔ بلکہ شعرائے اردو نے تو محبوب کی اس بدگمانی کو طالب کے لئے معراج کا درجہ عطا فرمایا ہے۔ جو اسے اپنے طالب سے اس طرح ہو جائے کہ وہ سمجھے کہ اب میرا طالب کسی دوسرے کا طالب ہے"، لیکن خدا بچائے اور بصیغہ فوری بچائے اس بدگمانی سے جو ایک ایڈیٹر اور ایک مضمون نگار کے درمیان پیدا ہو جائے (زبان خلق رسالہ زبان جلد (۱) نمبر (۳))

اگرچہ یہ اسلوب وقتی ضرورتوں کے لحاظ سے اختیار کیا گیا تھا اور ایک زمانہ تک ان ہی کے لئے مخصوص رہا۔ لیکن اس کا اثر سنجیدہ انشا پردازی پر بھی بہت کچھ پڑا۔ چنانچہ بعض حضرات کی تحریروں میں اس کی جھلکیں کہیں کہیں ضرور نمودار ہو جاتی ہیں۔ خاص کر ایسے ادیبوں کا اس سے متاثر ہوئے بغیر رہنا ناممکن تھا جن کی طبیعتوں میں ظرافت، ذہنیتوں میں اپج اور مذاق میں نفاست پائی جاتی ہو۔

اس ضمن میں رشید احمد صدیقی اور عظمت اللہ خاں دہلوی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں ان دونوں کی تحریروں میں ظرافت اپج اور چوچلے کے علاوہ ایک

Marfat.com

خاص قسم کی سنجیدگی بھی پائی جاتی ہے۔ دونوں کی نظریں جب کسی چیز پر پڑتی ہیں تو اس کے ایک ہی قسم کے پہلو پر پڑتی ہیں دونوں ٹھیٹ علمی اور سنجیدہ مضامین پر بحث کرتے وقت بھی اپنی طبعی شگفتگی اور ظرافت کو پوری طرح سے برقرار رکھتے ہیں۔ اور پھر کمال یہ ہے کہ ملا رموزی بھی نہیں بننے پاتے "ملا رموزی" اگرچہ بڑے بڑے واقعات پر قلم فرسائی کرتے ہیں۔ لیکن ان کی تحریریں صرف وقتی دلچسپی رکھتی ہیں۔ برخلاف اس کے ان دونوں کی تحریروں میں دوامیت پائی جاتی ہے۔ دونوں اپنی عبارتوں میں محاوروں اور ضرب المثلوں کے علاوہ مشہور مصنفین کے مشہور ترین اقوال اور اشعار استعمال کرتے ہیں اور اس لطف سے استعمال کرتے ہیں کہ وہ محاورہ، ضرب المثل یا شعر اپنی ذاتی خوبی سے دس گونہ زیادہ دلچسپ بن جاتا ہے۔ ان دونوں کی انشا پردازی پر انگریزی کا بہت گہرا اثر پڑا ہے لیکن انگریزی کے دوسرے مقلدوں کی طرح ان کی تحریروں میں گنجلک نام کو نہیں پیدا ہونے پاتا۔

یہاں تک تو ان دونوں کے اسلوب میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ لیکن اس کے بعد ان میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ رشید احمد صدیقی کی تحریروں میں عربی و فارسی کا زیادہ اثر پایا جاتا ہے۔ اور عظمت اللہ خاں کی اکثر عبارتیں ہندی بھاشا کے مشتقات سے معمور ہوتی ہیں۔ اول الذکر علامہ شبلی کے دبستان کے پیرو نظر آتے ہیں اور موخر الذکر خواجہ حالی کے متبع۔ رشید احمد صدیقی کی عبارتیں ظاہر کرتی ہیں کہ ان کا لکھنے والا لیبان کے فلسفہ اجتماعیات کے جملہ اسرار سے واقف ہے۔ وہ اپنے مخاطب کو ہر طرح سے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے۔ اور جب دیکھتا ہے کہ اس کا مخاطب خوشامد درآمد سے بھی اس کی طرف توجہ نہیں کرتا تو

Marfat.com

نفسیاتی اثر سے اپنا مقصد حاصل کر لیتا ہے عظمت اللہ خاں کی تحریریں ظاہر کرتی ہیں کہ ان کا مصنف پہلے خود اس طرح متاثر ہو لیتا ہے کہ اس کا اثر دوسروں پر فطری طور پر پڑنے لگتا ہے۔ وہ خود مگن رہتا ہے اور ساتھ ہی دوسروں کو بھی نچنت بیٹھنے نہیں دیتا۔ اور آخر کار اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

عظمت اللہ خاں کی طرز تحریر کے نمونے:-

۱ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایجاد بندہ بیشتر گندہ بھی ہوتی ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ زمانہ اس عروضی نظام کو جو اس مضمون میں پیش کیا گیا ہے "خشکہ یا گندہ بروزہ" ثابت کرے لیکن راقم کا جی زمانہ کی اسی عنایت چاہتا ہے کہ یہ عروضی اصول اور طریقے تجربے کی کٹھائی میں ڈالے جائیں اور پھر کھرے یا کھوٹے طے پائیں۔ یہ نہ ہو کہ بے توجہی کے کھتے میں قدامت پسندی بغیر آزمائش کے پھکوا دے یا بلا جانچ پڑتال کئے انسان کی عمر عیار والی زنبیل کے حوالے کر دے۔" (شاعری)

۲ اصلی کتاب کا کیڑا ان سب سے انوکھا ہوتا ہے۔ وہ کتاب کو اپنی جان سمجھتا ہے۔ اگر کتاب اس سے منہا کر دی جائے تو پھر یہ بیچارہ کچھ نہیں۔ وہ کتاب کا عاشق ہوتا ہے۔ کتاب کی صورت اور سیرت کا اس کی محبت پر کوئی اثر نہیں پڑتا بھونڈی اور موہنی سے موہنی کتاب اس کی نظروں میں یکساں ہوتی ہے۔ صدیوں عمر والی اور جدید سے جدید دوشیزۂ اشاعت دونوں پر اس کا دل لوٹ کے آتا ہے (کتاب کے کیڑے)

رشید احمد صدیقی کی نثر:-

۱ اس لئے کہ ہمارے خدایان مجازی ہماری ہر التجا پر صرف ایک فیصلہ صادر کر سکتے

Marfat.com

ہیں جو کسی اجنبی اور معصوم شخص کے سامنے ایسی دل خوش کن نظیر پیش کر سکتا ہے کہ وہ بیچارہ عالم خود فراموشی میں رقص کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ لیکن یہ تو ہمیں معلوم ہے کہ جب میگزین کے حصہ کی نعمتیں ازل میں تقسیم ہو رہی تھیں، اس وقت ہم ان بزرگوں کے سامنے دست التجا پھیلائے ہوئے تھے جن کا کمیشن ان مراعات کے خلاف نوٹ آف ڈسنٹ لکھ رہا تھا۔"

(علی گڑھ میگزین (فروری ۱۹۳۱ء)

۲ مجھے جو کچھ عرض کرنا تھا وہ کر چکا۔ آپ نے جس صبر و شکر کے ساتھ میرے خیالات کی پذیرائی فرمائی ہے اس کا شکر گذار ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اب کوئی ایسا موقع نہ آئے۔ جہاں میری جسارت اور آپ کے ضبط و تحمل کو یوں معرض امتحان میں لایا جائے۔ صرف ایک چیز باقی رہ گئی ہے جس کا میں نے عمداً کہیں تذکرہ نہیں کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ کہنا سننا تو ہمیشہ رہا ہے اس سے حاصل ہی کیا کچھ کیجئے بھی۔ جس اندیشے سے میں نے اس کام کا کہیں تذکرہ نہیں کیا وہ آپ پر روشن ہے ؎

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت آئی
اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لئے"

(زبان اردو)

یہ دونوں اسالیب اردو زبان میں عظیم الشان اضافے ہیں یہی وہ آثار اور رجحانات ہیں جنھیں دیکھ کر امیدیں بندھتی ہیں کہ اردو زبان کا مستقبل نہایت شاندار ہے ورنہ بحیثیت مجموعی اگر موجودہ اردو نثر پر نظر

Marfat.com

ڈالی جائے تو کوئی دل خوش کن نتیجہ مرتب نہیں ہوتا اردو میں سیکڑوں مضمون نگار اور انشا پرداز ایسے ہیں جو باوجود پختہ مشق ہونے کے طرزِ تحریر میں کوئی نئی بات نہیں پیدا کر سکے۔ جب ارباب تصنیف و تالیف کا یہ حال ہو تو عام زبان داں اور معمولی تعلیم یافتہ طبقے کا کیا پوچھنا!

Marfat.com

اردو نثر کا مستقبل

کوئی زبان اسوقت تک ترقی نہیں کرسکتی اور اس کا مستقبل شاندار نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے ادیب اسلوب بیان کی اہمیت سے کافی طور پر واقف نہ ہو جائیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اردو میں آئے دن نئے نئے موضوع اور معلومات پر کتابیں شایع ہوتی جارہی ہیں اور کوئی مہینہ ایسا نہ گذرتا ہوگا جس میں کسی نئے رسالہ کا اشتہار نہ نکلتا ہو۔ لیکن ان سب کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ اردو کے اسلوب میں کوئی شاندار اضافہ نہیں ہوا۔

صرف نئی نئی معلومات یا کتابوں کی کثرت سے زبان ترقی یافتہ نہیں بنتی۔ اسی طرح جو انشاپرداز کثیر التصانیف ہے اسکا اعلیٰ درجہ کا انشاپرداز ہونا ضروری نہیں۔ انشاپردازی کا انحصار تصانیف کی کثرت پر نہیں ہے بلکہ انشاپردازی کی خوبی پر۔ یوں تو وکٹر ہیوگو کے خیال کے مطابق دنیا کی ہر چیز ایک عنوان ہے اور ایک ایسے صاحب کمال کی منتظر جو اس پر قلم اٹھائے۔ اسی طرح ہربرٹ ایلس

Marfat.com

کہتا ہے کہ "جو کچھ دنیا میں ہوتا ہے بیان کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ضرورت ایسے آدمی کی ہے جو اس کو بیان کرنا جانتا ہے" ہماری زبان میں صرف خواجہ حسن نظامی ایک ایسے انشاپرداز ہیں جو معمولی عنوانوں پر بھی وہ وہ پتہ کی باتیں لکھ جاتے ہیں جن کو کوئی بڑا فلسفی اور حکیم اپنے کسی عظیم الشان مقالہ میں مغلق الفاظ کے ذریعے سے بھی بدقت ظاہر کر سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارے نئے انشاپرداز خواجہ صاحب کے اس معنوی گُرسے تو واقف نہیں ہوتے جن پر ان کی انشاپردازی کی عظمت کا دار و مدار ہے لیکن ان کے اسلوب کے ظاہری لوازمات کی نقل اتارنا چاہتے ہیں جس میں ان کی کامیابی اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ وہ خواجہ حسن نظامی جیسا دل و دماغ نہ پیدا کرلیں اور ہر چیز کو اسی مخصوص زاویہ نگاہ سے نہ دیکھا کریں جس سے خواجہ صاحب دیکھتے ہیں۔

یہ کہنا کہ فلاں عنوان پر کامیاب مضمون لکھا جا سکتا ہے اور فلاں عنوان پر نہیں، بالکل غلط ہے۔ کامیابی کا انحصار مضمون پر نہیں بلکہ مضمون نگار پر ہے۔ وکٹر ہیوگو نے شاعری کے متعلق کہا تھا کہ "شاعری کے لئے کوئی مضمون اچھا اور کوئی مضمون بُرا نہیں ہوتا۔ بلکہ اچھے اور بُرے شاعر ہوتے ہیں" لیکن یہ خیال نثرنگاری پر بھی صادق آسکتا ہے۔ اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ نثر نگاری کے لئے کوئی موضوع اچھا اور کوئی موضوع برا نہیں ہوتا بلکہ اچھے اور برے نثر نگار ہوتے ہیں۔ اس خیال کو ٹنی سن نے اس طرح ادا کیا تھا کہ "قابل توجہ یہ بات نہیں کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ بلکہ یہ کہ ہم کس طرح کہہ رہے ہیں" اور اسی لحاظ سے علامہ ابن خلدون نے الفاظ کو پیالہ اور معانی کو پانی قرار دیا ہے۔ پانی کو چاہو سونے کے پیالہ میں بھر لو چاہے مٹی کے لیکن سونے کے پیالے

Marfat.com

میں اس کی قدر بڑھ جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اختلاف ظرف سے پانی کی ماہیت میں فرق آجاتا ہے مثلاً سونے کے پیالے میں زہر اور مٹی کے پیالہ میں امرت ہو تو وہ خوش گوار و صحت بخش اور یہ ناگوار اور جاں لیوا ہوگا۔ جب آب شیریں سونے یا مٹی کے پیالے میں ہو تو ہر دو حالتوں میں وہ شیریں ہی رہے گا۔ البتہ ظاہری خوش نمائی اور دل آویزی میں تفاوت ہوگا۔ اور یہی ظاہری خوش نمائی و دل آویزی وہ زبردست عنصر ہے جس پر کسی تحریر کی ادبیت کا دار و مدار ہوتا ہے۔ حالی نے بالکل ٹھیک کہا ہے کہ انشا پردازی کا انحصار جتنا الفاظ پر ہے معنی پر نہیں معنی اور مطالب صرف الفاظ کے تابع ہیں اور ہر شخص کے ذہن میں موجود ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان مطالب کو بہترین طور پر ادا کرنا سیکھیں اور حتی الامکان اس بات کی کوشش ہو کہ معانی اور اصوات الفاظ میں ہم آہنگی رہے۔

آئرلینڈ کا مشہور مصور فطرت ڈبلیو۔ بی۔ ایٹس لکھتا ہے "ادب میں زبان کو بحیثیت زبان نہیں ملحوظ رکھا جاتا۔ بلکہ فن لطیف کی حیثیت سے" اور وہ فن لطیف جس کا ذریعۂ اظہار زبان ہو ادب (لٹریچر) کہلاتا ہے" جیسا کہ ہم ابھی کہہ آئے ہیں معانی الفاظ اور اصوات الفاظ کی ہم آہنگی ادبی کامیابی ہے حروف الفاظ اور اصوات الفاظ دونوں مل کر پڑھنے اور سننے والے کے ذہن کو متاثر کرتے ہیں اگر دونوں ایک دوسرے کا ساتھ نہ دیں تو عقل و سماعت پر بجائے متحد اثر ڈالنے کے دو جدا گانہ اثر ڈالیں گے جو ادبی ناکامی کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ برخلاف اس کے یہ دونوں اگر مساوی قوت عمل سے مدغم اور منضم ہو کر واحد اثر پیدا کریں تو زبان میں بلحاظ فصاحت ایک اسلوب خاص پیدا ہو جائے گا اور جس تحریر میں

Marfat.com

کوئی اسلوب خاص نہ ہو وہ تحریر ادبی نہیں ہو سکتی۔ اینیج بھی کہتا ہے کہ "ادبی تحریر اور عام علمی تحریر میں بہت بڑا فرق ہے۔ اس لئے کہ ادبی تحریر کسی مضمر خیال یا تحریک کو اُسی طرح سے جامہ پہناتی ہے جس طرح جسم پوشیدہ روح کو ملبوس کر لیتا ہے۔"

ہمارے ملک میں ایسے نئے نئے تعلیم یافتہ سیکڑوں ہی ہوں گے جنھوں نے کسی نہ کسی مقصد کی خاطر اردو انشا پردازی شروع کی ہے لیکن جیسا ہم نے پہلے بھی ذکر کیا ہے ان میں ایک دو بھی ایسے نظر نہیں آتے جنھوں نے اپنے اسلوب میں ایک خاص انفرادیت پیدا کرنے کی کوشش کی ہو کوئی آزاد کا دل دادہ ہے، کوئی شبلی کا مقلد ہے کوئی حسن نظامی کا پیرو ہے، کوئی ابوالکلام کا معتقد ہے اور کوئی نیاز کا متبع۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض کامیاب مصنف ایسے بھی گذرے ہیں جنھوں نے بڑے بڑے انشا پردازوں کی تقلید کرتے کرتے آخرکار اپنے نہج زبان اور اسلوب بیان کو خاص خاص سانچوں میں ڈھال لیا۔ مثلاً خود خواجہ حسن نظامی جن کے اسلوب کی پیروی اس وقت دشوار ہو گئی ہے، پہلے پہلے آزاد کی طرز میں لکھا کرتے تھے۔ اور بعضوں کا خیال ہے کہ وہ اپنی تحریروں میں خطوطِ غالب کے اسلوب کی پیروی کرنا چاہتے تھے، لیکن آخرکار انھوں نے اپنے اسلوب بیان میں ایک عجیب انفرادیت پیدا کرلی جو آزاد اور غالب دونوں سے بالکل جدا ہے۔ تاہم اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہر شخص اپنی انشا پردازی کی ابتدا کسی کی تقلید کے ساتھ شروع کرے اور اس طرح اپنی ذاتی اپج کو ملیامیٹ کر دے۔

جس طرح اصلیت ہر حقیقی ادب کا اساسی اصول ہے ہر طرز بیان کا بھی ہے وہ شخص جو دراصل کوئی ذاتی بات کہنا چاہتا ہے، اس کے ظاہر کرنے کے لئے

Marfat.com

کوئی ذاتی طریقہ بھی حاصل کر لیتا ہے۔ وہ خیال جو درحقیقت اس کا ذاتی خیال ہے کبھی گوارا نہ کرے گا کہ کسی دوسرے کے طریقۂ بیان میں ظاہر ہو۔ مرزا غالب جب اپنے خانگی خطوط لکھنے بیٹھتے ہیں جن میں ذاتی خیالات کی ترجمانی کرنی ہوتی ہے تو اپنی خاص طرزِ تحریر سے کام لیتے ہیں۔ برخلاف اس کے جب انہیں تقریظوں اور دیباچوں کے لکھنے کے لئے مجبور کیا جاتا ہے تو وہ پھر اسی طرزِ روش پر چلنے لگتے ہیں جو اس زمانہ میں مقبول خاص و عام تھی۔

جب ہم کسی عبارت کو پڑھتے ہیں تو اس کے ساتھ ہی بول اٹھتے ہیں کہ فلاں مصنف کی عبارت ہوگی۔ آزاد کی عبارت پڑھنے کے بعد ہم اس کو حالی کی عبارت ہرگز نہیں سمجھتے۔ کیا خواجہ حسن نظامی کی طرزِ تحریر ہمیں مجبور نہیں کرتی کہ ہم اس کو عبدالماجد فلسفی کی عبارت قرار دینے سے باز رہیں؟ نذیر احمد اور راشد الخیری کے اسالیب بیان عبدالحلیم شرر اور مرزا ہادی رسوا کی طرزِ تحریر سے بالکل جدا ہیں کسی عبارت کے مطالب و معانی اپنے مصنف کی چغلی نہیں کھاتے بلکہ اس کا اسلوب بیان پکار اٹھتا ہے کہ میرا لکھنے والا فلاں شخص ہے۔ جس طرح کسی شخص کی آواز سنتے ہی ہم اس کو پہچان جاتے ہیں اسی طرح کسی طرزِ بیان کے مطالعہ ہی سے ہم اس کے مصنف کو معلوم کر لیتے ہیں۔ انتخاب الفاظ، ترتیب محاورات، فقروں کی بندش، عبارت کی روانی و مدوجزر لکھنے والے کی شخصیت کے وفادار ترجمان ہوتے ہیں۔ غرض یہ کہ طرزِ بیان اصولی طور پر ایک ذاتی خصوصیت ہے۔

الکزنڈر پوپ نے اسلوب بیان کو خیالات کا جامہ" قرار دیا ہے لیکن اس نے حقیقت حال کے اظہار میں غلطی کی کیونکہ اسلوب کو اس نے انسان کی ذات سے

Marfat.com

جدا کر دیا۔ اسلوب بیان جس طرح کارلائل نے کسی رسالہ میں لکھا تھا "انشاپردازوں کا لباس نہیں ہوتا بلکہ پوست۔"

ایک ایسا انگریز فاضل جو خود بھی بہترین اسلوب کا مالک تھا یہ خیال ظاہر کرتا ہے کہ "ادب (لٹریچر) زبان کے ذاتی طریقۂ استعمال یا مشق کو کہتے ہیں"، یہ بالکل صحیح ہے۔ اس لئے کہ ادبی زبان میں ایک مصنف دوسرے مصنف سے بالکل جدا طریقہ پر کاربند ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے عوام زبان کو بالکل اسی طرح استعمال کرتے ہیں جس طرح وہ اس کو حاصل کرتے ہیں۔ وہ ادیب ہی کیا جو اپنی زبان اور عوام کی زبان میں کوئی امتیازی یا انفرادی خصوصیت نہ پیدا کر سکتا ہو۔

سرسید، شبلی، نیاز یا حسن نظامی جیسی غیر معمولی استعدادِ تحریر رکھنے والی ہستی جب زبان استعمال کرتی ہے تو اس کی مطیع ہو کر نہیں استعمال کرتی بلکہ اس پر قابض ہو کر۔ وہ اس کو جس طرف چاہے موڑ لیتی ہے، اس میں جابجا اپنی شخصیت کی خصوصیات نمودار کرتی جاتی ہے۔ خیالات، معتقدات، احساسات اور توہمات کی موجیں جو اس کے محیط ذہنیت میں اٹکھیلیاں کرتی رہتی ہیں، تمیز، تقابل، تعلق اور تعمق کی جو قوتیں اس کی فطرت میں ودیعت ہیں، ظاہری اور معنوی اشیاء کے ساتھ اس کا برتاؤ، رسم ورواج اور تاریخ پر اس کا فیصلہ، اس کی فراست، ذہانت، ذکاوت، ظرافت، اور متانت کی جلوہ گری غرض ان تمام کے متعلق لاتعداد اور مسلسل تخلیق جو اس کی غیر معمولی صناعی کی مرہون منت ہوتی ہے اس مخصوص اور انوکھی زبان کے ذریعہ ظاہر ہوتی ہے جو اس کے سایہ کی طرح ہمیشہ اسی سے وابستہ ہوتی ہے۔ اگر ہم ایک خاص شخص کے سایہ کو کسی دوسرے شخص کا سایہ قرار دے سکتے ہیں تو ایک خاص مصنف کے اسلوب

Marfat.com

بیان کو دوسرے مصنف کا اسلوب بھی ضرور سمجھ سکتے۔ نیومن وہ انگریز فاضل جس کا قول ہم نے ابھی اوپر نقل کیا ہے بالکل ٹھیک کہتا ہے کہ جس طرح کسی شخص کے تخیلات اور احساسات ذاتی ہوتے ہیں اس کی زبان بھی اسی کی ہوتی ہے۔

غیر معمولی اور زبردست شخصیتوں کے ہاتھوں زبان پر ہمیشہ ایک نیا تازیانہ لگتا ہے۔ ایک غیر معمولی ہستی میں جتنی زیادہ انفرادیت ہوگی اتنی ہی انفرادیت اس کی قوم کی اس زبان میں ہوگی جو وہ استعمال کرتا ہے۔ چنانچہ اس کے انفرادی اثر سے اس کے زمانہ کی زبان قوم کی عام زبان سے بالکل مختلف ہو جاتی ہے اور یہ اختلاف بعض دفعہ اس قدر مہتم بالشان ہو جاتا ہے کہ ہم کسی اور کی معمولی اور روزمرہ کی زبان تو سمجھ لیتے ہیں لیکن اس زمانے کے بڑے بڑے مصنفین کی زبان سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ اردو زبان پر ابوالکلام آزاد کا انفرادی اثر اس قدر عظیم الشان تھا کہ ان کی وجہ سے ایک زمانہ تک اردو انشا پردازوں کی زبان عام اردو زبان سے بالکل علیحدہ ہو گئی تھی اور یہی حال آج کل نیاز فتحپوری کی شخصیت کا ہے کہ ان کی وجہ سے اردو زبان کو ایک بالکل نیا تازیانہ لگا ہے جو ان کی غیر معمولی انفرادیت کے باعث ان کی زبان کو عام اردو سے بالکل ممتاز بنا دینے اور دوسروں کو اس سے متاثر کرنے کا ایک زبردست سبب ثابت ہوا ہے۔

اسلوب بیان مصنف کی پوری زندگی کا عکس ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پرعظمت زندگیوں کے حالات اکثر ان کی سیرت یا سوانح عمری سے معلوم ہو جاتے ہیں لیکن خود مصنف کا قلم اس کی تصنیفات میں جو اس کا حال بیان کرتا ہے وہی حقیقی اور اصلی ہوتا ہے۔ دوسروں کے قلم سے صرف اس کے ظاہری خدوخال

Marfat.com

خاکہ کھینچ سکتے ہیں۔ لیکن قلب کی گہرائیوں میں جو رموز و اسرار مضمر ہیں ان کی تصویر کشی کے لئے جن رنگوں کی ضرورت ہوتی ہے، ان کا دوسروں کو میسر آنا دشوار ہے۔

جب کسی کتاب کا آپ مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ نہ صرف مصنف کی ذات غیر مضمر طور پر اس میں اپنی جھلکیں دکھاتی ہے بلکہ اس کے قلبی روحانی اور فنی ارتقار کا عکس بھی جا بجا اس میں نمودار رہتا ہے وہ آپ سے پکار پکار کر کہے گی کہ میرے خلاق کی تعلیمی حالت اس درجہ کی ہے اس کی فطرت کو بنانے اور معین کرنے میں ان ان اثرات نے کام کیا ہے، اِن اِن اساتذہ سخن کے آگے اُس نے اپنا زانوئے ادب طے کیا تھا، جنھوں نے اس کو اس قابل بنا دیا کہ وہ اپنے کو قابل سمجھ سکے۔ ان ان کتابوں کی فضا میں اس نے اپنی زندگی بسر کی ہے۔ وہ لوگوں کے ساتھ اس طرح گفتگو کرتا رہا اس کے تخیلات میں اس طرح سنجیدگی اور پختگی آتی گئی، کائنات اور اس کے معمول پر اس نے ان ان طریقوں سے نظر ڈالی ہے۔ اس کی طبیعت میں اس طرح یہ خاص بات پیدا ہوگئی اور اس کی صناعی کی تکمیل ان حالتوں سے ہو کر گذری ہے گویا تصنیف ایک آئینہ ہوتا ہے جس میں مصنف مع اپنی قلبی گہرائیوں کے نظر آجاتا ہے۔ اور وہی تصنیف زیادہ مقبول و محمود ہوتی ہے جس میں مصنف اپنے نفس کی چوریاں اور قلبی لفاستیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب کبھی وہ کچھ بول اٹھتا ہے تو دوسروں کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ان ہی کے راز فاش کر رہا ہے ؎

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

جس کسی میں جو بھی برائی یا بھلائی پائی جائے گی وہ اس کی ظاہری اور معنوی

Marfat.com

دونوں قسم کی اولاد میں ظاہر ہوئے بغیر نہ رہے گی حالی کا قومی جذبہ ان کی ہر علمی و ادبی تحریر سے نمودار رہتا ہے، مہدی حسن کی لطافت پرستی اور نفاست مزاجی ان کی ہر تحریر میں جلوہ گر رہتی ہے مشہور انگریز شاعر ٹنی سن کے حب وطن کا جذبہ تنگ نظری کی شکل میں جابجا اس کی نظموں میں دکھائی دیتا ہے۔ اور شکسپیر کی بلند اور وسیع نظری غیر قوموں کا بھی جہاں ذکر کرتی ہے فیاضی سے کام لیتی ہے۔ غالب کی خودداری اور سرسید کا خلوص ان کی تصنیفات میں چھپائے نہیں چھپتا اور میر تقی میر کی قنوطیت ان کے تقریباً ہر شعر سے ترشح ہوتی ہے۔

کمرے کے روشندان میں اگر متفرق رنگ کے شیشے لگائے جائیں تو (اگرچہ آفتاب کی شعاعیں ان سب پر یکساں پڑتی ہیں) ہر شیشہ اپنا الگ الگ رنگ کمرے میں منعکس کریگا۔ اسی طرح ایک ہی مضمون پر متفرق مضمون نگار اپنی ذات اور خاص ذہنیت کے اثر سے مختلف روشنی ڈالتے ہیں مشہور افسانہ نگار اڈگرالن پو کا مقولہ ہے "روح کے پردے میں ہمارے احساسات کو جو کچھ محسوس ہوتا ہے اس کی تشریح کو فن لطیف کہتے ہیں۔"

اسلوب بیان کے ذریعے سے نہ صرف مصنف کی شخصیت کا اظہار ہوتا ہے بلکہ اس کے ماحول کے متعلق بھی معلومات ہوتی ہیں جس طرح کوئی تحریر اپنے مصنف کی چغلی کھاتی ہے اپنے زمان و مکان کے متعلق بھی گواہی دینے لگتی ہے شہنشاہ اکبر کے زمانہ کی تصنیفات کی خصوصیتیں اورنگ زیب کے عہد کی کتابوں کی خصوصیات سے بالکل علحدہ ہوں گی میر و سودا کا ماحول امیر و داغ کے ماحول سے کوئی میل نہیں کھاتا۔ داغ کے زمانے کے کسی شاعر کا کلام فوراً ظاہر کردے گا کہ یہ ا مصنف داغ کا

Marfat.com

ہمعصر تھا نہ کہ میر تقی اور مرزا رفیع کا۔ سرسید کے زمانہ کی لکھی ہوئی تحریروں اور نیاز کے ماحول میں لکھی ہوئی عبارتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

انشا پرداز کی انفرادیت، اور ماحول کی کیفیات کو اسلوب بیان میں جو اہمیت حاصل ہے اس کو پیش نظر رکھنے کے بعد ہمارے انشا پردازوں کو اسلوب بیان کی خوبیوں اور ان کی نوعیت کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔

یہ ظاہر ہے کہ نثر بہ نسبت نظم کے اظہار خیالات کا زیادہ آسان اور سہل الحصول ذریعہ ہے کیونکہ وہ نظم کے برخلاف بحر اور قافیہ کی قیود سے آزاد ہے۔ اس کے علاوہ موضوع کے لحاظ سے بھی نثر کو نظم کی بہ نسبت زیادہ مضامین پر دسترس حاصل ہے۔ شاعری صرف اس وقت کی جاتی ہے جب کسی ادبی صداقت کی ترجمانی کرنی ہوتی ہے۔ برخلاف اس کے نثر میں دلچسپ یا کارآمد موضوع پر عبارت آرائی کی جا سکتی ہے اور جس طرح شاعری کے محاسن دریافت کرنے کے لئے بعض اصول مقرر کئے گئے ہیں نثر کے متعلق بھی قایم کئے جا سکتے ہیں۔ مثلاً ہر بہترین نثر کی ایک علامت یہ ہے کہ اس کو پڑھتے وقت آواز میں مدوجزر اور دل آویزی پیدا ہو جس کے بغیر فطرت اور ادب دونوں کی فضا کی خوبیوں سے محروم ہو جاتی ہے۔

یہ مدوجزر اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب کہ مصنف کے احساسات و جذبات میں بھی اس کے لکھتے وقت تلاطم پیدا ہو رہا ہے اور پھر یہ ایک ضروری امر ہے کہ یہ تلاطم جس قسم کا ہوگا تحریر میں اسی قسم کا مدوجزر پیدا ہو جائے گا۔ مثلاً جب فلسفیانہ خیالات کا تلاطم دماغ میں پیدا ہو جاتا ہے تو دماغی جولانگاہ میں استدلال اور اصطلاحی لفظوں کی فوجوں کے پرے کے پرے اترنے لگتے ہیں یا کسی خطرناک حادثہ او

Marfat.com

جنگ کے بیان کے وقت لکھنے والے کے دماغ میں پرجوش تہلکہ انداز اور ہیجان انگیز الفاظ طغیانی پیدا کر دیتے ہیں۔ ایسی حالت میں جو عبارت لکھی جاتی ہے وہ نہایت شاندار اور پرتاثیر ہوتی ہے پس اپنی تحریروں میں اثر اور دوامیت پیدا کرنے کے لئے کسی انشاپرداز کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ جس کیفیت کو ظاہر کرنا چاہتا ہے اسی قسم کی کیفیت پہلے خود پر طاری کرلے ورنہ اس کی تحریر میں ایک مناسب مدوجزر ہرگز پیدا نہیں ہوسکتا۔ یہی وہ مدوجزر ہے جس کے باعث آزاد، خواجہ حسن نظامی اور سلیم کی تحریریں پڑھنے اور سننے والوں کے قلب و دماغ میں ایک خاص کیفیت پیدا کر دیتی ہیں۔

اس امر کی طرف اردو انشاپردازوں کو خاص طور پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر اردو کا مستقبل شاندار نہیں ہوسکتا لیکن اس میں سخت احتیاط کی بھی ضرورت ہے کیونکہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ مصنف جوش و جذبہ میں آکر کہیں سے کہیں نکل جاتا ہے اور اپنے ماحول کی رنگ رلیوں میں اس قدر محو ہو جاتا ہے کہ رندانہ نعرے لگانا شروع کر دیتا ہے جو اکثر اوقات ادبی شان کو ملیامیٹ کرنے میں بڑا کام کر جاتے ہیں۔

اسلوبِ بیان کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ عبارت میں ہر جملہ کا مطلب اس قدر صاف ہو کہ اس کے سمجھنے کے لئے کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ اور نہ صرف ہر جملہ کا بلکہ اجتماعی طور پر ہر ایک عبارت کا مطلب بھی معین ہونا چاہئے اس لئے کہ متعدد عبارتیں مل کر ایک پورا مضمون اور اسلوب بناتی ہیں۔ آر ایل اسٹیونسن نے اس کے متعلق حسب ذیل رائے دی ہے۔

Marfat.com

ہر جملہ میں بجز اس کے کہ وہ بہت ہی مختصر ہو ایک قسم کا عقدہ یا گرہ ہوتی ہے ایک حد خاص تک بتدریج تعقید یا ایک طرح کا اجمال بڑھتا جاتا ہے اور اس کے بعد حل یعنی تفصیل کا درجہ ہے۔ فن کاری کا اقتضا یہ ہے کہ اس طبعی اجمال و تفصیل یا حل و عقد خیالات کے مقابلہ میں جملہ میں بھی اس قسم کا حل عقد بالمقابل پایا جائے۔ جب تک خیالات کے عقدے کے مقابل میں الفاظ میں بھی تعقید نہ ہوگی کلام کے دو جداگانہ اثر جو عقل و سماعت پر ہونے چاہئے تھے بجائے مجموعی واحد اثر پیدا کرنے کے ایک دوسرے کے مخالف اثر پیدا کریں گے۔ لہذا کلام کے تار و پود میں معانی و اصوات الفاظ کا ایک انداز خاص میں ہونا ضروری ہے۔ کلام کا وہ اثر جو سامع سے تعلق رکھتا ہے، فصاحت کی بنیاد ہے اور خوبی کلام بہ نسبت کسی اور چیز کے زیادہ تر اسی پر موقوف ہے اس بات میں مصنف کو نظم کی نسبت نثر میں زیادہ سہولت و آزادی رہتی ہے۔ نظم کا نمونہ مشکل ہوتا ہے نثر میں ایک انداز خاص سامع کے مطابق بنا دینا چنداں مشکل نہیں اس کے بعد صرف اتنا کام باقی رہ جاتا ہے کہ مصنف پر لطف تنوع سے کام لے کر تکرار و اعادہ الفاظ سے حتی الامکان گریز کریں"

(منقول از مقدمہ خیالستان)

ایک یونانی نقاد ڈایونی سس کا یہ خیال کس قدر صداقت پر مبنی ہے کہ "ترتیب الفاظ بہ نسبت انتخاب الفاظ کے زیادہ قابل توجہ ہے" چنانچہ کسی اچھی عبارت کی ترتیب کو ہم بدل دیں تو اس کے سارے محاسن ملیامیٹ ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ عبارت کا وہ اثر جو الفاظ کی خاص ترتیب سے پیدا ہو سکتا تھا

Marfat.com

باقی نہیں رہ سکتا۔ یہ امر آج کل کے ان نوجوان انشا پردازوں کے لئے خاص طور پر قابل توجہ ہے جو ٹیگور کی نظموں کے اردو ترجموں کی تقلید میں نفیس اور پاکیزہ الفاظ ایک جگہ جمع کر لیتے ہیں۔ بغیر ترتیب و تنظیم الفاظ کی خوبیوں پر نظر رکھے نئے سے نئے اور اچھے سے اچھے الفاظ اور ترکیبیں اختیار کرنے سے انشا پردازی میں کمال حاصل نہیں ہو سکتا۔

تاہم اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ الفاظ کوئی چیز نہیں ہیں۔ الفاظ کی حقیقت کے متعلق شبلی فرماتے ہیں۔

> الفاظ درحقیقت ایک قسم کی آواز ہے اور چونکہ آوازیں بعض شیریں، دلآویز اور لطیف ہوتی ہیں مثلاً طوطے و بلبل کی آواز اور بعض مکروہ و ناگوار مثلاً کوے اور گدھے کی آواز اس بنا پر الفاظ بھی دو قسم کے ہوتے ہیں بعض شستہ بہت شیریں اور بعض ثقیل بھدے ناگوار پہلی قسم کے الفاظ کو فصیح کہتے ہیں اور دوسرے کو غیر فصیح۔ اور بعض الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ فی نفسہ ثقیل اور مکروہ نہیں ہوتے لیکن تحریر و تقریر میں ان کا استعمال نہیں ہوا ہے۔ یا بہت کم ہوا ہے۔ اس قسم کے الفاظ بھی جب ابتداءً استعمال کئے جاتے ہیں تو کانوں کو ناگوار معلوم ہوتے ہیں، ان کو فن بلاغت کی اصطلاح میں غریب کہتے ہیں، اور اس قسم کے الفاظ بھی فصاحت میں خلل انداز سمجھے جاتے ہیں۔
>
> (منقول از موازنہ انیس و دبیر)

اسی قسم کے اصول کو ملحوظ رکھ کر انگلستان کا مشہور نقاد رسکن یہ خیال ظاہر کرتا ہے کہ خوبصورت اور کامل لفظ یاد رکھنا بہت ہی قابل قدر اور بہترین عقلمندی ہے

Marfat.com

بہ نسبت اس کے کہ ایسے مبتذل الفاظ ایجاد یا اختیار کئے جائیں جو زبان کو خراب کر دینے والے ہوں۔"

اڈورڈ ٹامس نے الفاظ کے متعلق کیا ٹھیک کہا ہے کہ "الفاظ گو مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ نازک ہوتے ہیں لیکن زمین و آسمان دونوں کی ان تمام اشیاء کو قابو میں رکھ سکتے ہیں جو بہت ہی وزنی مضبوط اور طاقت ور ہوتی ہیں جو نہایت ہی حسین ہوتی ہیں اور جو یا تو بہت جلد فنا ہو جاتی ہیں یا ہمیشہ باقی رہنے والی ہوتی ہیں۔"

غرض یہ معمولی معمولی الفاظ ہی تو ہیں جن کی مدد سے دنیا آج ہمیں معراج ترقی پر پہنچی نظر آتی ہے۔ مارون نے اپنی پر از معلومات کتاب "دی لیونگ پاسٹ" میں ارتقائے تمدن کے دیگر اسباب میں اسی سبب کو زیادہ رفیع الشان قرار دیا ہے تاہم اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ الفاظ بغیر خوبی ترتیب کے محض بیکار ہیں ڈایونی سئس کا مشہور قول ہے کہ "الفاظ ہی کی مناسب ترتیب سے ادب مع اپنے متفرق شعبوں کے پیدا ہوتا ہے۔"

پس انشا پردازی کا اصلی گر اس میں ہے کہ لفظوں کو اس ترتیب سے استعمال کیا جائے کہ اس میں ایک مخصوص مدوجزر پیدا ہو سکے کیونکہ جس تحریر میں مدوجزر نہ ہو اس میں کوئی خاص اسلوب نہیں ہوتا۔

اعلیٰ اسلوب کی ایک خاص خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ پڑھنے والے کو ایک خاص اور وجدانی فضا میں منتقل کر دیتا ہے، اس فضا میں فطرت، اخلاق اور روحانیت کی حقیقتیں جس قدر زیادہ ہوں گی اتنا ہی اس اسلوب کا مرتبہ بلند ہوگا۔ آزاد، غالب، اور حسن نظامی کی نثر کا شبلی، سرسید، محسن الملک اور عبد الماجد

Marfat.com

کی نثر کے ساتھ مقابلہ کرنے سے ہمیں اس خاص خاص ماحول کا اندازہ لگ سکتا ہے جس کو ایک انشاپرداز اپنی تحریر کے ذریعے سے پیدا کر دیتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا اسلوب بالکل جدا اور آزادانہ ہے، یہ خیال کرنا کہ ایک کا اسلوب دوسرے کی طرز تحریر سے میل کھاتا ہے بالکل غلط ہے، کیونکہ ہر ایک کی دماغی ساخت بالکل جدا ہوتی ہے۔ کسی نے بہت ٹھیک کہا ہے کہ "کسی کو بھی حق حاصل نہیں کہ متفرق اسالیب پر فیصلے صادر کرے کہ یہ اچھا ہے اور یہ برا" اگر ہر مصنف کے پیدا کردہ خاص ماحول کی صداقتوں کی زیادتی یا کمی، معیار حسن و قبح نہ قرار دی جاتی تو ہم ایک اسلوب کو کبھی دوسرے اسلوب پر ترجیح نہ دے سکتے اب یہ آسانی ہے کہ مصنف کی پیدا کردہ خاص ذہنی اور وجدانی فضا کے مطالعہ کے بعد ہم جس میں حقایق کا فقدان پاتے ہیں اس کو کم رتبہ قرار دیتے ہیں اور جس میں ان کی فراوانی ہوتی ہے اس کو شاندار و پرعظمت، یہی وجہ ہے کہ جب ہم اس قسم کا اسلوب دیکھتے ہیں جس میں فارسی کی تقلید کی وجہ سے مبالغوں اور تکلف سے کام لیا جاتا ہے تو اسکو خراب قرار دیتے ہیں بے جا مبالغے بے موقع جوش و خروش اور ربے کا الفاظ کی کثرت جس سے ہمارے اکثر انشاپردازوں کی تحریریں موفور ہوتی ہیں، ہمیشہ اسلوب بیان کی ترقی کی سدراہ ہے۔

ایک کامیاب انشاپرداز بننے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ زبان موضوع کی فطرت کے موافق اختیار کی جائے یہ یقین کر لینا کہ عجیب و غریب زبان اور انوکھا اسلوب بیان اختیار کرنا باعث ترقی و شہرت ہے یا روزمرہ کی بول چال اور جاہلوں کی زبان میں ادبی کتابیں تصنیف کرنا مقبولیت کا ذریعہ ہے سخت

Marfat.com

غلطی ہے، ہر موضوع اور ہر بحث کے لئے ایک خاص طرز بیان کی ضرورت ہے۔
آج کل دیکھا جاتا ہے کہ لوگ اردو کو آسان سے بھی زیادہ آسان بنانے کے لئے صدائے احتجاج بلند کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوسری زبانوں کے لفظوں کو کوڑا کرکٹ کی طرح اردو سے علٰحدہ کر کے صرف دلی کے بازاری محاورے اور عورتوں کے الفاظ کو اردو کا سرمایہ قرار دیں۔ لیکن یہ بھی غلطی ہے۔ اس لئے کہ کسی زبان کو معراجِ کمال حاصل کرنے کے لئے دو چیزیں نہایت ضروری ہیں بقول مولانا آزادؔ "اول یہ کہ اس کے الفاظ کے خزانے میں ہر قسم کے علمی مطالب ادا کرنے کے سامان موجود ہوں دوم یہ کہ اس کی انشا پردازی ہر رنگ اور ہر ڈھنگ میں مطالب ادا کرنے کی قوت رکھتی ہو۔" اور جب اردو سے غیر زبانوں کے لفظ نکال دئے جائیں گے اور اس کو صرف خاص خاص شہروں اور بازاروں کے محاروں اور بول چال پر منحصر کر دیا جائے گا تو یہ دونوں باتیں کس طرح حاصل کی جا سکتی ہیں۔ کیا ذیل کی زبان میں ہم مذہبی فلسفیانہ، تاریخی، معاشی، طبیعیاتی اور دیگر فنون سے متعلقہ مضامین ادا کر سکتے ہیں۔

اری گل چمن! او زینب! اے ہے نگوڑیو کہاں غارت ہو گئیں۔ اچھی بوا جان! خدا کے لئے جلدی یہاں آنا دیکھو تو بڑی دلہن کو کیا ہو گیا ہے۔ آئیے بی خالہ منو آئیے بی خالہ منو، اے ہے کوئی نہیں آتا۔ دوئی کیا ہو گیا ہے! انجھو تم تو کعن بھاڑ کر چیختی ہو۔ دوئی آخر کیا؟ اجی جلدی یہاں آو دوئی میں کیا کروں؟ میرے اللہ! چلانے والی بی بی تیس بتیس برس کی پھنسا ہوا سفید آڑا پائجامہ نیچا نیچا نہیں آبِ رواں کا کرتہ پہنے دوپٹہ جو کندھے پر پڑا کچھ فرش پر جھاڑو

Marfat.com

دے رہا ہے۔ پیازی رنگ کا تھا۔ بے چاری باولی بنی چیخ رہی تھی۔ دو تین چھوکریاں خیلا جان بیلا جان اے ہے اے ہے کرتی سہ دری کی طرف دوڑیں۔ ایک ادھیڑ سی بوی جو خاندانی تھیں ماتھے پر عینک رکھے ایک پاؤں میں جوتی دوسری ندارد سر کھلا پیک کے میں سے نکل بھد بھد کرتی حواس باختہ سہ دری میں در آئیں آنکھ پھاڑ کر دیکھا منجھلی دولہن کا دھڑ تو سوزنی پر ہے اور ٹانگیں چاندنی پر۔ (علی گڈھ میگزین)

ایک دوسری مثال ملاحظہ ہو۔

وہ نئی سید کے مدرسے کے لڑکے تو لنگوڑے خاصے مداری ہو جاتے ہیں کہ پیچھے ہاتھ لے گئے اور مداری کی ٹوکری کی طرح کبھی ہاتھ ڈال جھٹ رومال نکالا، کبھی سرمہ کی قلم، کبھی چائے پانی کی دعوت سے اڑایا ہوا نمکترہ، غرض دنیا بھر کی چیزیں ان میں کو ٹھی چلی آتی ہیں لنگوٹی جیبیں کیا ہوئیں عمرو عیار کی زنبیل ہو گئی۔ (علی گڈھ میگزین)

بہت ممکن ہے کہ آغا حیدر حسن (علیگ) جو ان عبارتوں کے مصنف ہیں اس اسلوب میں ہر موضوع کو ادا کر سکتے ہوں لیکن کوئی خاص اسلوب متعین کر دینا اور ہر شخص سے اس کی پابندی کی امید کرنا لغو ہے جس طرح جتنے منہ اتنی ہی باتیں ہوتی ہیں۔ اسی طرح جتنے قلم ہوتے ہیں اتنے ہی اسالیب ہوتے ہیں اول تو ہر مصنف کا قلم اپنی خاص اہمیت ہمیشہ نمایاں رکھتا ہے لیکن دیکھنا یہ چاہیے کہ فطری جذبات سچائی کے ساتھ اور خوش سلیقگی سے ظاہر کئے گئے ہیں یا نہیں اور مصنف نے لفظی ٹیپ ٹاپ کو بجائے خود مدعا تو نہیں بنا لیا ہے۔

Marfat.com

اسی سلسلہ میں ایک ایسے امر کا تذکرہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جس پر ہم نے اس سے قبل بھی زور دیا ہے اور جس کے بغیر ہمیں یقین ہے کہ اردو زبان کبھی پختہ اور ہمہ گیر نہیں ہو سکتی۔ یہ ضروری امر اردو کے فطری رجحانات کا نبھاؤ ہے۔ اردو جن عناصر پر مشتمل ہے ان میں سب سے بڑا اور اہم عنصر یہ ہے کہ متفرق زبانوں اور بولیوں کے الفاظ بے دھڑک استعمال کئے جائیں۔ یہی وہ چیز ہے جس پر اردو کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور افسوس ہوتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس عرصہ میں اردو کو اپنے فطری میلان سے محروم کر دینے کے لئے سخت سے سخت کوششیں کی گئی ہیں۔ دہلی اور خاص کر لکھنو کے اکثر اربابِ علم وفضل نے اس بارے میں نہایت شدت پسندی سے کام لیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ زبان کے حسن و قبح کے متعلق کوئی نہ کوئی معیار ہونا ضروری ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی خاص شہر یا محلہ کی زبان کو تمام ملک کے لئے معیار قرار دیا جائے۔ یہ اردو زبان کی بدقسمتی ہے کہ آج کل اس میں معیار حسن و قبح کا انحصار خاص خاص محلوں اور شہروں کی بولیوں پر رکھا جاتا ہے۔ اور ہمارا خیال ہے کہ اردو نے اب تک علم وفضل اور فنون وغیرہ میں جو کما حقہ، ترقی نہیں حاصل کی اس کی اصلی وجہ یہی ہے کہ اردو داں اب تک الفاظ اور محاوروں وغیرہ کے جھگڑوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ خیالات کی طرف توجہ کرنے کا انھیں بدقسمتی سے موقع ہی نہیں ملا۔ جہاں اُن کی نظر کسی تحریر پر پڑتی ہے وہ یہ دیکھنے لگتے ہیں کہ اس میں کتنے الفاظ محاورہ اور روزمرہ کے خلاف لکھے گئے ہیں۔ ان کی نگاہیں کبھی اس چیز کی تلاش نہیں کرتیں کہ اس تحریر میں

Marfat.com

کیا گیا اور کتنے خیالات عمدہ اور جدید طرز میں پیش کئے گئے ہیں۔

ہمیں تعجب تو اس وقت ہوتا ہے کہ آج کل بھی بعض تعلیم یافتہ افراد جنہیں خوش بختی سے اردو زبان کی جدید مطبوعات پر تنقید و تبصرہ کرنے کا موقعہ نصیب ہوا ہے جب کبھی تنقید کرنے کے لئے قلم اٹھاتے ہیں تو سب سے پہلے جس امر کو قلم بند کر لیتے ہیں وہ یہی ہے کہ مصنف نے محاورہ یا روزمرہ کی یہ غلطیاں کی ہیں مصنف کے خیالات اور وہ امور جن پر کتاب کا موضوع مشتمل ہے کبھی ان اندھے تنقید نگاروں کی توجہ اپنی طرف منعطف نہیں کر سکتے۔

صرف یہی نہیں یہ نقاد صفحے کے صفحے اس بحث میں سیاہ کر دیتے ہیں کہ مصنف نے یہ محاورہ غلط لکھا اور اس لفظ کو دہلی یا لکھنو کے روزمرہ کے مطابق استعمال نہیں کیا۔ جہاں کسی نے علمی ضرورت کے مطابق کوئی نیا لفظ یا نئی ترکیب استعمال کی ان کے سینہ پر سانپ لوٹ گیا۔ وہ اگر خوش قسمتی یا بدقسمتی سے دہلی یا لکھنو یا ان کے قرب و جوار کے باشندے ہوں تو ہمیشہ اس خیال میں مگن رہتے ہیں کہ زبان ہمیں وراثت میں ملی ہے کسی دوسرے شہر کے رہنے والے کو کوئی حق حاصل نہیں کہ زبان دانی کا دعویٰ کرے دریائے لطافت جو اس قسم کے مضحکہ خیز خیالات کا ایک خاصہ قیمتی ذخیرہ ہے اردو زبان کی بدقسمتی کا زبردست ثبوت ہے۔

انشاء اللہ خاں تو خیر اس دور کے انسان تھے جو اردو زبان کا [illegible] کہلایا جا سکتا ہے۔ احیاء علوم کے موجودہ زمانہ میں بھی ہمیں بعض ہستیاں ایسی نظر آتی ہیں۔ جو اسی قسم کے خیالات کی علمبرداری کرتے ہوئے اپنے تئیں ۔۔۔۔

Marfat.com

کرانا چاہتی ہیں۔ لیکن ہم جرأت کے ساتھ اس امر کا اظہار کر دینا چاہتے ہیں کہ اس قسم کے لوگ اردو کے حقیقی خدمت گذار ہونا تو کجا یقینی بدخواہ ہیں۔ ان لوگوں کو دنیا سے اردو میں زندہ رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں جو ایک دقیانوسی خیال پر اڑے ہوئے ہیں اور ان کے سد راہ ہوتے ہیں جو اردو کو ایک ہمہ گیر زبان بنانے کی سخت جدوجہد کر سکتے ہیں۔

کیا کوئی شخص اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے کہ کوئی زبان اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک کہ اس میں متفرق بولیوں کے الفاظ، محاورے ضرب المثلیں آئے دن شامل نہ ہوتی رہیں؟ ہر بولی اور ہر صوبہ کی مقامی زبان میں کچھ نہ کچھ خوبی ضرور ہوتی ہے مثال کے طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ دکن یا پنجاب کے بعض محاورے تشبیہیں اور ضرب المثلیں ایسی ہیں کہ اگر ان کو رائج کیا جائے تو وہ یقیناً اردو زبان اور ادب کی توسیع کا باعث ہوں گی۔ یہ عمل صرف اردو ہی کے ساتھ مخصوص نہیں دنیا کی تمام ترقی یافتہ زبانوں میں یہ رجحان ضرور پایا جاتا ہے۔ ان کی متفرق بولیاں ان کے لئے معاون کا کام دیتی ہیں جب تک کسی دریا کو اس کی معاون ندیاں پانی نہ پہنچایا کریں گی ظاہر ہے کہ وہ باقی نہ رہے گا یا تو وہ بہت جلد خشک ہو جائے گا یا جب تک تازہ اور نیا پانی اس میں آئے دن داخل نہ ہوتا رہے گا اس کا پانی گدلا رہے گا۔ موجودہ زمانہ میں اردو کی یہی حالت ہے بدقسمتی سے دہلی اور خصوصاً لکھنؤ کے ادیبوں اور شاعروں کی کوششوں نے اس میں جو ٹھیراؤ پیدا کر دیا تھا وہ اب تک قایم ہے اردو خاص خاص حدود میں محصور کر دی گئی ہے جو محاورہ دہلی یا لکھنؤ کی ٹکسال میں کھرا نہیں اترتا غلط قرار دیا جاتا ہے۔

Marfat.com

حالانکہ یہ زبان پر ایک سخت ظلم ہے۔ اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا اور نہ صرف یہی بلکہ اس قسم کے خیالات کا رد عمل کرنا اردو زبان کی بہت بڑی خدمت ہے ہمیں امید ہے کہ ہماری زبان کے نوجوان انشاپرداز اردو کے اس فطری رجحان کا ضرور لحاظ رکھیں گے اور اپنے اپنے وطن کی بولیوں کے مخصوص الفاظ محاورے روزمرے استعارے تلمیحیں تشبیہیں وغیرہ نہایت آزادی کے ساتھ استعمال کرنے لگیں گے۔ یہ ظاہر ہے کہ ان میں سے جو چیزیں جاندار ہوں گی وہ زندہ رہیں گی، اور جن میں چلنے پھرنے کی سکت نہ ہوگی خود بخود درد نیست و نابود ہو جائینگی۔ لیکن جو چیزیں چل پڑیں گی ان کے باعث یقین ہے کہ اردو بہت جلد زبان اور ادب دونوں کے لحاظ سے ترقی کریگی۔ اور اس کے اسالیب میں گوناگونی پیدا ہو جائیگی۔ اس طریقہ کار سے جہاں ایک ہی خیال کو ادا کرنے کے متفرق پیرائے اردو میں موجود ہو جائیں گے الفاظ کا بھی کافی ذخیرہ مل جائے گا اور یہ مسلم الثبوت ہے کہ زبان میں جس قدر زیادہ الفاظ ہوں گے اتنی ہی وہ زبان پختہ طاقت ور اور ہمہ گیر ہوگی

ہماری زبان میں خیالات کو ادا کرنے کے سانچے بالکل محدود ہیں ان میں وسعت دینا ہمارا فرض ہے اور یہ اسی وقت انجام پا سکتا ہے جب ہم اپنے اپنے وطنوں اور شہروں کے خاص خاص لفظوں محاوروں اور ترکیبوں کو دل کھول کر استعمال کریں۔ اس کی وجہ سے ہماری زبان کا جو خاص نہج ہے وہ بھی ترقی پائے گا کسی حقیقی انشاپرداز کا فرض یہ نہیں ہے کہ وہ ریاضی کے مسئلوں کی طرح بیان کرنے کے مقررہ پیرایوں ہی کو وفاداری اور صحت کے ساتھ استعمال کرے بلکہ یہ امر اس کے لئے باعث ننگ و عار ہے۔ اس کا فرض یہ ہے کہ

Marfat.com

دو نئے اور لطیف طریقے اپنے خیالات کے اظہار کے لئے پیدا کرے اور اُردو میں انھیں نہایت آزادی اور بے تکلفی کے ساتھ استعمال کرے۔

بہترین نہج زبان وہی ہے جس میں حسنِ بیان نہ صرف قایم رہے بلکہ ترقی کرے اس ترقی میں رنگا رنگی اور تنوع کو شامل سمجھا جائے اور ساتھ ہی حسن خیال کو حسن بیان کی جان قرار دیا جائے اور جب کبھی کوئی مرصع اور پُرتکلف تحریر ہم لکھنی چاہیں تو یہ بات ملحوظ رکھیں کہ الفاظ نہ صرف حامل خیالات ہوں بلکہ ہمارے خیالات دوسروں کے لئے ایسے تخم بن جائیں جن میں آئندہ بارآور درخت بننے کی استعداد ہو۔ اور وہی اسلوب بہترین خیال کیا جاسکتا ہے جس میں گوناگونیوں اور رنگینیوں کی کثرت پڑھنے والے کو مسرت اور حیرت کے سمندر میں ڈال دے۔ اگر کوئی جملہ طویل ہو تو کوئی بالکل چھوٹا کسی میں استعارہ ہو تو کسی میں تشبیہہ کبھی فصاحت جھلکیاں دکھا رہی ہو تو کہیں فطریت رونما ہو، غرض تحریر ایک طوفان خیز سمندر ہو جس کی موجوں پر مدوجزر کی پوری کیفیت طاری ہو اور جس کی سطح کچھ اس قدر عجیب وغریب اشیاء کا گہوارہ بنی ہوئی ہو کہ ان کی دلچسپیاں پابستگانِ ساحل کو نہ صرف متوجہ کریں بلکہ اس بات پر بھی مجبور کردیں کہ وہ سمندر کی گہرائیوں میں کود پڑیں اور گراں بہا موتی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

ادبی تصنیف بھی ایک جاندار کے مانند ہوتی ہے، جس میں سر پیر ہاتھ ناک کان وغیرہ سب اپنی اپنی جگہ موجود ہوں۔ اگر کان ہاتھ سے بھی بڑھ جائیں اور آنکھیں پیٹ پر ہوں تو حسن باقی نہ رہے گا۔ مصنف کو ہمیشہ اس امر کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے کہ جس طرح معنوی حسن کی نگہداشت لازمی ہے ظاہری تناسب کی برگداشت بھی

Marfat.com

ضروری ہے ورنہ اس کی تصنیف ایک مجذوب کی بڑ ہوگی جس میں کوئی ترتیب اور تناسب نہیں ہوتا۔ جن پہلوؤں پر زیادہ زور دینا ضروری ہے ان پر زیادہ روشنی ڈالنی چاہیئے اور جن پہلوؤں کو پیش نظر کرنا مقصود نہ ہو ان پر سے اس طرح سے گذر جانا چاہیئے کہ مطالعہ کرنے والوں کو یہ معلوم بھی نہ ہو کہ یہاں مصنف دامن بچائے ہوئے نکل رہا ہے۔ کسی بات کی بے جا تفصیل بھی پڑھنے والوں کو برداشتہ خاطر کر دیتی ہے۔ تفصیل پیش کرنا ایک مصور یا نقاش یا مورخ کا کام ہے۔ تخلیقی انشا پرداز کو چاہیئے کہ صرف اشارے اور ذہنی مرقعے پیش کر دے۔ اس کے الفاظ میں اس قدر قوت ہونی چاہیئے کہ وہ ذراسے اشارے میں صفحہ دماغ پر سیکڑوں مرقعے اور تصویریں منعکس کر دیں۔

ایک زبردست ادیب اور بہترین اسلوب بیان کا مالک وہ انشا پرداز ہوتا ہے جو سب سے پہلے ایک تخم پیش کر دیتا ہے اس کے بعد اس میں سے درخت پیدا کرنا شروع کرتا ہے اور بتدریج خوش رنگ پھول اور خوش ذائقہ پھلوں سے مطالعہ کرنے والوں کو متکیف اور لذت اندوز ہونے کا موقع دیتا ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

اشاریہ

الف

ابن خلدون ۔ ۱۳۰
ابوالکلام آزاد ۔ ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۳، ۱۱۹، ۱۳۲، ۱۳۵ ۔
اتالیق خطوط نویسی ۔۔۔۔۔۔ ۷
آثار الصنادید ۔۔۔۔۔۔ ۵۵، ۱۰۹
اثر خواجہ ۔۔۔۔۔۔ ۹۶
اثر و شوق ۔۔۔۔۔۔ ۹۷
احسن مارہروی ۔۔۔۔۔۔ ۸۸
احکام الصلوٰۃ ۔۔۔۔۔۔ ۲۹، ۳۱
اخلاق جلالی ۔۔۔۔۔۔ ۳۹، ۴۴، ۴۵
اخلاق ہندی ۔۔۔۔۔۔ ۳۶
ادیب، رسالہ ۔۔۔۔۔۔ ۸۸
اڈگر ایلن پو ۔۔۔۔۔۔ ۱۳۷
اڈورڈ ٹامس ۱۴۲
آر۔ ایل اسٹیون سن ۔۔۔ ۱۳۹
آرائش محفل ۔۔۔ ۳۹
اردو، رسالہ ۔۔۔ ۳۶، ۱۰۵
اردو اخبار ۔۔۔۔۔۔ ۵۴
اردوئے قدیم ۔۔۔۔۔۔ ۳۰
اردوئے معلّیٰ ۔۔۔۔۔۔ ۴۹
آزاد محمد حسین ۔ ۱۶، ۳۴، ۵۰، ۶۱، ۶۲، ۶۴، ۶۵، ۷۷، ۸۰، ۸۳، ۸۴، ۹۵، ۹۶، ۱۰۱، ۱۰۸، ۱۱۰، ۱۱۴، ۱۲۴، ۱۳۹، ۱۴۲، ۱۴۴ ۔
اسٹی ون سن ۔۔۔۔۔۔ ۸۷
اسرار التوحید ۔۔۔۔۔۔ ۳۰
اسکرو المڈ ۔۔۔۔۔۔ ۸۷، ۱۰۳
اسلم جیراج پوری ۔۔۔۔ ۹۳، ۹۶، ۹۷
اسمٰعیل شہید حاجی ۔۔۔۔۔۔ ۴۹
اصغر گونڈوی ۔۔۔۔۔۔ ۱۱۹
آصف الدولہ ۔۔۔۔۔۔ ۳۵
اصمعی ۔۔۔۔۔۔ ۹۷
افادت مہدی ۔۔۔۔ ۸۲، ۸۶، ۲۷
افسوس شیر علی ۔۔۔ ۳۹، ۴۳، ۴۴
اکبر شہنشاہ ۔۔۔۔۔۔ ۱۳۷
اکبر کا دور شاعری ۔۔۔۔۔۔ ۹۴
اکرام علی ۔۔۔۔۔۔ ۳۹
الاجتہاد ۔۔۔۔۔۔ ۲۸

Marfat.com

الحقوق والفرایض ۹۸
العصر، رسالہ ۸۷
الفاروق ۷۱
الہلال ---- ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۱۲۲
امانت اللہ .... ۳۹، ۴۲
امام بخش صہبائی ۵۵، ۱۰۹
امام غزالی اور فلسفہ اخلاق ۱۰۰
امداد الافاق ۵۸
امراو جان ادا ۷۸
امن میر امن ۔ ۳۹، ۴۰، ۴۲، ۴۷، ۴۸، ۱۱۰
امیر اللغات ۱۱۳
انتخاب یادگار ۱۱۱
انجمن اردوئے معلی ۱۱۹
انشاء اللہ خاں انشاء ..... ۳۵، ۱۴۵
انشائے بہار بے خزاں ---- ۴۸، ۱۰۹
اینس ڈبلیو، پی ۱۳۱

ب

باغ اردو - ۳۹، ۴۳، ۴۴، ۴۴، ۴۵
باغ و بہار ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۵
باقر آگاہ مولانا ..... ۱۱۰، ۳۲
بحر الفصاحت ..... ۱۱۰، ۱۱۲
بہادر علی حسینی ۳۹
بیدل ۹۶

پ

پریم چند ۸۸
پوپ ۱۳۳
پیارے لال شاکر ۸۸

ت

تاجور نجیب آبادی ..... ۹۳، ۹۴
تحسین، محمد عطا حسین ۳۵
تذکرۃ الشعرا ۱۱۳
تذکرہ گلزار ابراہیم ۴۶
ترغیب جہاد ۴۹
تصویر امید ۹۲
تقویت الایمان ۴۹
تنبیہ الغافلین ۴۹
توبۃ النصوح ۱۱۲
تہذیب الاخلاق - ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۷۱، ۷۷، ۸۷، ۱۱۴

ٹ

Marfat.com

ٹنی سن ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۰، ۱۳۱

ٹیگور، رابندر ناتھ ۔۔۔ ۹۲، ۱۱۹

ج

جادوئے تسخیر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۱

جالینوس ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۷

جامعہ عثمانیہ ۔ ۸۹، ۹۶، ۹۸، ۱۰۳، ۱۱۸

چ

چار درویش ۔۔۔۔۔۔۔ ۳۵، ۴۸

چراغ علی ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰۰

چکبست، برج نرائن ۔۔۔۔۔۔ ۸۸

ح

حاتم طائی ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۶

حالی، مولانا ۔ ۱۶، ۶۰، ۶۵، ۶۶، ۶۹، ۸۳، ۸۴، ۹۶، ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰۴، ۱۱۴، ۱۲۵، ۱۳۱، ۱۳۳، ۱۳۶۔

حسن رسالہ ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۷

حسن نظامی، خواجہ ۔ ۶۲، ۷۰، ۸۰، ۸۸، ۱۰۱، ۱۰۶، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۹، ۱۴۲۔

حفیظ الدین احمد ۳۹

حیدر بخش حیدری ۔ ۳۹، ۴۲، ۴۳

حیدر حسن، آغا ۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۵

حیدر یار جنگ نظم طباطبائی ۹۳، ۹۶

خ

خرد افروز ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۹

خواجہ بندہ نواز ۔۔۔۔۔۔۔ ۲۶

خیالستان ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۰

د

دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ ۔۔۔۔۔ ۷۷، ۱۱۸

دارالمصنفین ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰۱

داغ، نواب مرزا خاں ۔۔۔۔ ۹۶، ۱۳۰

دریائے لطافت ۔۔۔ ۳۵، ۱۱۱، ۱۴۵

دکن رسالہ ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۷

دکن میں اردو ۲۹، ۳۰

دلگداز رسالہ ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۷

دیا نرائن نگم ۔۔۔۔۔۔۔ ۸۸

دی لیونگ پاسٹ ۔۔۔۔۔۔ ۱۴۲

ڈ

ڈارونی سنس ۔۔۔۔۔۔ ۱۴۰، ۱۴۲

ڈکنس ۔۔۔۔۔۔۔ ۷۵

Marfat.com

ڈیکولسی ۱۰۳

ذ

ذخیرہ، رسالہ ۸۸
ذکاء اللہ، منشی - ۱۶، ۶۰، ۶۶، ۶۹، ۷۴، ۹۵، ۹۶،

ر

راشد الخیری - ۸۰، ۹۷، ۱۱۵، ۱۳۳
رجب علی بیگ سرور ..... ۷۴، ۱۱۰
رچرڈسن ۷۳
رسکن، جان - ۸۲، ۱۰۳، ۱۴۱
رشید احمد صدیقی، پروفیسر - ۱۱۶، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶ -
روح تنقید ..... ۱۸، ۵۳، ۹۴

ز

زبان، رسالہ ۱۲۴
زمانہ رسالہ ۸۸

س

سالار جنگ اول، سر ۸۵
سب رس (قصہ حسن و دل) ۲۹، ۳۱
سجاد حیدر یلدرم ۸۸
سجاد مرزا بیگ ۸۸
سدرشن ۸۸
سرسید - ۱۶، ۱۷، ۱۹، ۳۷، ۴۰، ۵۲، ۵۴، ۵۵، ۵۷، ۵۹، ۶۰، ۶۵، ۷۳، ۸۳، ۸۴، ۸۷، ۸۸، ۱۰۰، ۱۰۹، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۲۲، ۱۳۴، ۱۳۸، ۱۴۲، ۱۴۵،
سرشار، پنڈت رتن ناتھ - ۳۰، ۵۷، ۶۷، ۷۷، ۱۱۵
سعدی شیرازی ۴۳
سکندر اعظم ۷۱
سلطان احمد خان بہادر ۸۸
سلطان حیدر جوش ۸۸
سلیم، پروفیسر وحید الدین - ۶۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۱۸، ۱۳۹،
سودا، مرزا رفیع - ۳۴، ۳۵، ۳۷، ۶۳، ۱۳۷، ۱۳۸
سوئفٹ ۸۰
سہیل، رسالہ ..... ۱۱، ۱۸، ۳۲، ۱۲۱
سید احمد ۹۵

Marfat.com

سید احمد شہید ۴۹
سید امداد علی حاجی ۵۸
سید سلیمان ندوی .... ۹۰، ۹۹
سید شاہ محمد ۳۰
سید عبداللہ ۴۹
سید الاخبار ۵۴
سید محمد عبداللہ حسینی ۲۶
سیرۃ النبی ۷۱
سینٹ جارج کالج ۲۹

ش

شاد عظیم آبادی ۳۷
شاکر میرٹھی ۸۸
شام زندگی ۷۹
شاہ عبدالقادر ۳۵
شاہ ولی اللہ .... ۳۰، ۳۲
شبلی نعمانی ۔ ۱۶، ۶۹، ۷۰، ۸۰، ۸۰، ۸۱، ۸۸، ۸۳، ۸۴، ۹۲، ۹۶، ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰۴، ۱۱۴، ۱۲۵، ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۴۱، ۱۴۲۔
شجاع الدولہ ۳۵
شرر مولوی عبدالحلیم ۔ ۳، ۷۱، ۴۷، ۷۵، ۷۷، ۱۱۵، ۱۳۳۔
شعلۂ عشق ۳۴
شکسپیر ۱۳۷
شمائل الاتقیا .... ۲۹/۳۱، ۳۲
شوق، نواب مرزا ۹۶
شہاب ثاقب ۵۸
شہاب کی سرگذشت ۹۴

ص

صبح زندگی ۸۰
صدر یار جنگ حبیب الرحمان خاں شروانی ۔ ۹۰

ط

طوطا کہانی ۳۹، ۴۲، ۴۳، ۴۵۔

ظ

ظفر علیخاں .... ۸۸، ۱۲۳

ع

عبدالحق مولوی ۔ ۳۹، ۸۱، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵۔
عبدالحق خیرآبادی ۱۱۳
عبدالرؤف عشرت لکھنوی ۸۸

Marfat.com

عبدالسلام ندوی ۔۔۔۔۔ ۹۸، ۹۹۔
عبدالقادر، سر ۔۔۔۔۔ ۸۸
عبداللہ مولانا ۔۔۔۔۔ ۲۹
عبداللہ عمادی ۔۔۔۔۔ ۳۹
عبدالماجد دریا بادی ۔ ۹۳، ۹۴، ۹۸، ۱۳۳، ۱۴۲۔
عرفی شیرازی ۔۔۔۔۔ ۹۹
عزیز مرزا ۔۔۔۔۔ ۸۸
عظمت اللہ خاں ۔ ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶۔
علی بخش خاں ۔۔۔۔۔ ۵۸
علیگڈھ جوبلی ۔۔۔۔۔ ۱۲۴
علیگڈھ مسلم یونیورسٹی گزٹ ۔۔۔۔۔ ۵۵
علیگڈھ میگزین ۔۔۔۔۔ ۱۲۷، ۱۴۵
علی لطف، مرزا ۔۔۔۔۔ ۳۹، ۴۶
عمادالملک ۔۔۔۔۔ ۱۰۰
عمر فاروق رضہ ۔۔۔۔۔ ۷۱
عنایت اللہ دہلوی ۔۔۔۔۔ ۸۸
عنترہ بن شداد ۔۔۔۔۔ ۹۷
عود ہندی ۔۔۔۔۔ ۴۹
عین الدین گنج العلم ۔۔۔۔۔ ۲۵، ۲۶

غ

غازی پور سائنٹیفک سوسائٹی ۔۔۔ ۵۵
غالب ۔ ۱۶، ۲۱، ۴۹، ۵۰، ۹۹، ۱۰۵، ۱۰۹، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۷، ۱۴۲۔
غدر ۔۔۔۔۔ ۴۷، ۹۹
غلام امام شہید ۔۔۔۔۔ ۴۸، ۱۰۹

ف

فرہنگ آصفیہ ۔۔۔۔۔ ۹۵
فسانۂ آزاد ۔۔۔۔۔ ۷۶، ۷۷، ۱۱۰
فسانۂ عجائب ۔۔۔ ۴۷، ۴۸، ۱۱۰، ۱۱۱
فصوص الحکم ۔۔۔۔۔ ۳۵
فضلی مولانا ۔۔۔۔۔ ۳۳، ۳۵
فلسفۂ اجتماع ۔۔۔۔۔ ۹۵
فورٹ ولیم کالج ۔ ۱۶، ۱۷، ۱۹، ۳۸، ۴۴، ۴۶، ۵۳، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۲۲۔

ق

قیس بن زہیر ۔۔۔۔۔ ۹۷

ک

کارلائل ۔ ۶۴، ۶۵، ۱۰۳، ۱۳۴۔
کلیات اقبال ۔۔۔۔۔ ۹۴

Marfat.com

کلیم، محمد حسین ۳۵

گ

گلِ بکاؤلی .... ۱۱۱، ۱۱۲
گلزارِ ابراہیم، تذکرہ ۴۶
گلزارِ دانش ۳۹
گلستاں .... ۴۳، ۴۴
گلشنِ ہند، تذکرہ - ۳۵-۳۹، ۴۵، ۴۶-
گلکرسٹ، ڈاکٹر - ۳۸، ۳۹، ۴۶-
گنجِ خوبی ۳۹

ل

لاہور .... ۹۵، ۹۶
لکھنؤ - ۱۷، ۳۶، ۴۷، ۴۸، ۷۵، ۷۷، ۷۸،
۱۱۵-
لندن ۱۸
لبنان ۱۲۵

م

محبوبِ الٰہی اور اسلام ۹۹
محبوبِ سبحانی حضرت عبدالقادر جیلانیؓ - ۲۶
محسن الملک - ۱۶، ۷۴، ۸۴، ۱۰۵، ۱۰۶،
۱۱۴، ۱۴۲-
محمد علی خاں کلیم ۴۷
محمد فاروق شاہجہانپوری ۸۸
مخزن، رسالہ ۸۷
مذہبِ عشق ۳۹
مرزا محمد ہادی رسوا - ۷۷، ۷۸، ۱۳۳
مظہر جانِ جاناں .... ۳۵، ۳۶
معارف، رسالہ - ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۴
معراج العاشقین - ۲۶، ۲۷، ۲۸
معرفت السلوک .... ۳۰، ۳۲
مقدمہ شعر و شاعری ۶۵
مکالمے .... ۶۵، ۸۰، ۸۲
ملا رموزی .... ۱۲۳، ۱۲۵
ممتاز علی ۱۸
موازنۂ انیس و دبیر ۱۲۱
مہدی حسن افادی - ۹۲، ۸۳، ۹۴،
۸۷، ۱۳۲-
مہرالنسا ۸۰
میر تقی میر .... ۳۴، ۱۳۰، ۱۳۹
میراں جی شمس العشاق ۲۶
میراں یعقوب ۲۹

Marfat.com

میر غفر غینی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۶

ن

ناصر نذیر فراق ۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۵
نثر بے نظیر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۹
نذیر احمد دہلوی ۔ ۴۰، ۶۰، ۶۷، ۶۸،
۶۹، ۴۰، ۷۴، ۸۰، ۸۴، ۸۵،
۹۵، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۳۳۔
نوطرز مرصع ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۵
نہال چند لاہوری ۔۔۔۔۔۔۔ ۳۹
نیاز فتحپوری ۔ ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۱۰۱،
۱۳۲، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۸،

و

والٹر اسکاٹ ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۴
والٹیر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۰
وجہی، ملا ۔۔۔۔۔ ۲۹ ، (۲)
وجیہ الدین گجراتی ۲۹ ، (۱)
وضع اصطلاحات ۱۰۱، ۱۱۸
وقار الملک ۔ ۷۱، ۷۲، ۷۴، ۸۴، ۱۰۵، ۱۰۶
وکٹر ہیوگو ۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲۹، ۱۳۰
ولی اورنگ آبادی ۱۲، ۳۶

ہ

ہاشمی فرید آبادی ۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰۲
ہدایت نامہ ۔۔۔۔۔۔۔ ۲۶
ہربرٹ اسپنسر ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲۹
ہمایوں، رسالہ ۹۵، ۹۶

ملنے کا پتہ

سب رس کتاب گھر ۔ خیریت آباد ۔ حیدر آباد دکن ۔

Marfat.com